بسم اللہ الرحمن الرحیم
شیعوں کا من گھڑت افسانہ
رضی اللہ تعالی عنہ
فاروق اعظم
روافض کی جانب سے سیدنا
پر سیدہ کا گھر جلانے کے الزام کی حقیقت۔
مرتب:
محمد حاطب ملک

«اَلحَمدُ للہِ الَّذِيْ زَیَّنَ النَّبِیِّیْنَ بِحَبِیْبِہِ الْمُصْطَفٰی، وَمَنْ نَعَّلَ الْمُومِنِیْنَ بِنَبِیِّہِ الْمُجْتَبٰی، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الْمُتَعَدِّدِیْنَ بِتَّقْوٰی، اَمَّابَعْدُ»

«فَاَعُوْذُ بِاللہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ»

«بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ»

یٰاَیُّھَا» الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ»(الحجرات:6)

ترجمہ"اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔"

ہمیں دین اسلام میں کوئی بات بغیر تحقیق (اور حوالے) کے خواہ وہ قرآن یا حدیث کا نام لے کر ہی کیوں نہ کہی گئی ہو، اسے ماننے اور اسے آگے پھیلانے سے منع کیا گیا ہے۔ بلکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہمیں اگر کوئی خبر ملے تو ہم اسے علماء کے سامنے پیش کر کے اس کا حکم معلوم کریں۔اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا:

وَ» اِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ-وَ لَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ-وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا»(النّساء: 83)

ترجمہ:"اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بات میں کاوش کرتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر تھوڑے"۔

ویسے تو یہ آیات ایک خاص سیاق و سباق کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن اس سے ہمیں ملنے والے سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی بات ہم کسی قسم کی بھی خواہ دین کے بارے میں ہو یا معاشرت یا کسی خاص شخص کے بارے میں تو ایسے ہی سنی سنائی پر یقین نہیں کر لینا چاہیئے بلکہ اس کی تحقیق و توثیق کیئے بغیر اس کو آگے بیان کرنا جائز نہیں۔ اور وہی بات اگر دین کے حوالے سے ہو تو پھر اسکو علماء کے سامنے پیش کر کے اس کی حقیقت معلوم کرنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ دینی مسائل پر علماء کو دسترس حاصل ہوتی ہے اس لیے ان سے رجوع کیے بغیر ایک غیر عالم کیلیئے اس مسئلے کی حقیقت تک پہنچنا مشکل اور بعض دفعہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

بلکہ ایسے لوگ جو بلا تحقیق محض سنی سنائی باتیں آگے پھیلا دیتے ہیں ان کے بارے میں میرے آقا کریم ﷺ کا ارشاد واضح موجود ہے صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: « كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ » (صحیح مسلم: 8/1)

ترجمہ:"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"کسی انسان کے جھوٹا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات(بلا تحقیق) آگے بیان کر دے۔"

اگر تاریخ کو اسی پہلو سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک ایسا گروہ بھی اسلام کے اندر پیدا ہوا جس کے عقائد و نظریات ہی اسی اصول کے خلاف ورزی سے بنتے ہیں۔ جتنی بھی جھوٹی موضوع اور ضعیف ترین روایات تاریخ اور رفض زدہ راویوں کی بیان کردہ واقعات ہیں ان پر انہوں نے اپنے نظریات کی بنیاد ڈالی۔ اور اسی بنیاد پر اسلاف امت پر زبان درازی کا بازار گرم کر دیا یہ گروہ موجودہ دور میں اہل تشیع(شیعہ) کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اور اس گروہ کی تشکیل کا بنیادی مقصد اسلام کا اصلی چہرہ مسخ کرنا اور مسلمانوں کے اندر انتشار پھیلانا تھا جس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے لیکن اللہ تبارک وتعالی نے اس نورِ دین کی تکمیل کا وعدہ فرمایا ہوا ہے اور یقینا حق ہمیشہ اباطیل پر غالب رہے گا۔

اسلام کی محیرّ العقول ترقی کی رفتار کے سامنے جب باطل قوتیں بے بس ہو گئیں اور اس کے روز افزوں قوت و طاقت کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکیں تو یہ دشمنان دینِ متین کھلی دشمنی کے بجائے زیر زمین سازشوں کا جال بچھانے لگ گئے۔

انہوں نے اپنی منافقانہ حیلہ سازیوں سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا شیرازہ بکھیرنے کو مؤثر اور کارگر سمجھا شیخین کے دور خلافت تک تو ان کا کوئی بس نہ چل سکا کیونکہ ان کے دور خلافت میں انہوں زور اور طاقت کا استعمال کیا کس وجہ سے جذبہ صدیقی اور ہمت فاروقی کے سامنے وہ بالکل بے بس ہو گئے اور ان میں اتنی سکت بھی باقی نہ تھی کہ وہ سر اٹھا سکیں کیونکہ دور فاروقی میں قیصر و کسریٰ جیسی طویل القامت طاقت ور اور صدیوں سے قائم سلطنتیں مسلمانوں کے قلیل لیکن جذبہ ایمانی سے سرشار لشکروں کے سامنے روئی کا ڈھیر ثابت ہوئیں جس کی وجہ سے انکی شان و شوکت کا جنازہ نکل گیا اور انہی وجوہات کی بنا پر انکو سب سے زیادہ تکلیف اور غصہ بھی شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر تھا چونکہ اب انکے لئے جنگ کے ذریعے مسلمانوں کو تسخیر کرنا ناممکن تھا لیکن انہوں اسی بغض و عناد اور دشمنی کی وجہ سے نیا رستہ اپنایا۔ جو فاروق اعظم کے دور خلافت کی بے پایاں وسعتوں سے جہاں انکی اتش غیظ و غضب نار جہنم کی طرح بھڑک رہی تھی وہیں انہیں وسیع و عریض اور دور دراز علاقوں میں جہاں نئے نئے مسلمانوں کی آبادی تھی انہیں سازشوں کا جال پھیلانے کا موقعہ میسر آ گیا فاروقی دور ختم ہوتے ہی یہ فتنے ہم رنگ زمین جال لے کر کونے کھدروں سے باہر نکل آئے۔ جنکا سرخیل

لشکر عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ حضرت علی المرتضٰی، اولاد علی اور آل رسول ﷺ و رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حق تلفیوں، مظلومیت اور محرومیوں کی جھوٹی من گھڑے داستانیں سنا سنا کر مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگے۔ منافقین کے اس ٹولے نے جھوٹے پروپیگنڈے کا وہ چکر چلایا کہ کئی سادہ دل مسلمان بھی اس جال میں پھنس گئے اور تفرقہ کے دروازے کھل گئے۔

شیعہ سنی بلکہ غیر مسلم مؤرخین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ شیعی عقائد کی بنیاد رکھنے والا عبد اللہ بن سباء یہودی تھا جو بظاہر مسلمان ہوا اور جسکا مقصد صرف اور صرف اسلامی عقائد میں بگاڑ اور مسلمانوں کے اندر انتشار اور افتراق پیدا کرنا تھا۔ ویسے تو اس پر بہت سارے حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں لیکن ہم یہاں اختصار کے ساتھ صرف روافض کی دو کتب کا حوالہ پیش کرکے اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کریں گے...

یاد رہے شیعہ کے وہ بنیادی نظریات روافض جنکو اگر ترک کر دیں تو میرے ناقص علم کے مطابق رفض کا نام و نشان ہی اس دنیا سے مٹ جائے وہ پہلا بنیادی نظریہ امامت ہے۔ جس کو یہ نبوت سے اعلٰی مقام دے کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرا محبت اہل بیت کی آڑ میں خصوصا خلفائے ثلاثہ اور عموما سوائے تین یا چار صحابہ سیدنا ابو ذر غفاری، سیدنا سلیمان فارسی، سیدنا عمار بن یاسر رضوان اللہ علیہم کے باقی سب کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا۔

یہ دو ایسے نظریات ہیں کہ شیعہ اگر ان نظریات سے برات کا اظہار کر دیں تو شیعت کا وجود ہی اس دنیا سے ختم ہو جائے۔ اور ان دونوں نظریوں (یعنی عقیدۂ امامت اور اصحاب رسول ﷺ پر تبرا کرنے) کا سب سے پہلا موجد اور دعویدار عبد اللہ بن سباء یہودی تھا۔

سب سے پہلے تیسری صدی ہجری کا شیعہ عالم جو تقریباً آج سے 1200 سال پہلے گزرا اس کی کتاب

" فرق الشیعہ " کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ شیعہ عالم حسن النوبختی لکھتا ہے کہ:

«عبد الله بن سبأ. كان ممن أظهر الطعن على أبي بكر و عثمان والصحابة و تبرّأ منهم، وقال: إنّ عليّاً أمره بذلك، فأخذه عليّ فسأله عن قوله هذا فأقرّ به، فأمر بقتله، فصاح الناس إليه: يا أمير المؤمنين أتقتل رجلًا يدعو إلي حكم أهلبيت وإلي ولايتك والبراءة من أعدائك فسيره إلى المدائن» (فرق الشيعة: ٤٣)

ترجمہ: "عبد اللہ بن سباء وہ پہلا شخص ہے جو ابو بکر و عمر اور عثمان اور باقی صحابہ رضوان اللہ علیہم پر طعن کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے علی نے حکم دیا ہے کہ ان پر طعن کروں، حضرت علی نے اسکو پکڑا اور اس سے پوچھا، تو اس نے اقرار کر لیا تو حضرت علی نے اس کے قتل کا حکم دے دیا، لوگوں نے اس پر شور مچایا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ اس شخص کو قتل کریں گے جو اہلبیت کی حکمرانی اور آپ کی ولایت اور آپکے دشمنوں پر تبراء کا دعوی کرتا ہے۔ اس پر حضرت علی نے اس کو مدائن کی طرف جلا وطن کر دیا"۔

فرق الشیعہ کا مصنف تیسری صدی ہجری کا شیعہ مولف ہے اس نے بالکل واضح اقرار کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت (امامت) اور صحابہ پر طعن کرنے والا پہلا شخص عبد اللہ بن سباء تھا۔ آگے چل کر یہی فرق الشیعہ کا مصنف کیا لکھتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

«حكى جماعة من أهل العلم من أصحاب علي أنّ عبد الله بن سبأ كان يهوديّاً فأسلم و إلى عليّاً، وكان يقول وهو على يهوديّته في يوشع بن نون بعد موسى بهذه المقالة، فقال في اسلامه بعد وفاة النبي في عليّ بمثل ذالك، وهو أول من اشهر القول بفرض إمامة عليّ و أظهر البراءة من أعدائه و كاشف مخالفيه، فمن هناك قال من خالف الشيعة: إنّ أصل الرفض مأخوذ من اليهوديّة » (فرق الشيعہ: 43)

ترجمہ: " اصحاب مولا علی میں سے اہل علم کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن سباء یہودی تھا پھر اسلام لایا اور حضرت علی کی محبت کا دعوی کیا۔ اور انہوں نے کہا جب یہ یہودی تھا تو یوشع بن نون کے بارے جو باتیں کرتا تھا وہی باتیں اسلام میں حضور ﷺ کے وصال (ظاہری) کے بعد حضرت علی کے بارے میں کرنے لگا۔ اور یہی وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے امامت علی کی فرضیت کا قول کیا اور یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے ان کے دشمنوں پر تبراء کرنا شروع کیا۔ اور اپنی مخالفت کو ظاہر کرتے ہوئے یہیں سے شیعہ کے مخالفین نے کہا کہ رفض کی اصل یہودیت سے ماخوذ (لی گئی) ہے۔ "

یہ وہ حقائق ہیں جو صرف شیعہ کی اس کتاب میں درج نہیں بلکہ اس حقیقت کو متعدد شیعہ علماء نے اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ جیسا کہ " رجال کشی"، "انوار نعمانیہ"، "المقالات والفرق" اور دیگر درجنوں کتب میں اس عبد اللہ بن سباء کا ذکر موجود ہے۔ بعض روایات میں اس کے دعوئے نبوت کا بھی ذکر ہے اور یہ مذکور ہے کہ سباء حضرت علی کی الوہیت کا بھی قائل تھا۔ تفصیل کیلئے رجال کشی ملاحظہ فرمائیں۔ میں ان حوالہ جات کا ضرور ذکر کرتا لیکن مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔

یہی وہ گروہ جو یہود کی سازش سے تشکیل دیا گیا انہوں نے محبت اہلبیت کا نعرہ لگایا اور شیخین کریمین اور اصحابہ کرام کو نشانہ بنایا جس کا مقصد قرآن اور فرمان رسول ﷺ کی صداقت میں شکوک و شبہات پیدا کرکے ان میں بگاڑ پیدا کرنا تھا انہوں نے یہ سازش بہت منظم طریقے سے شروع کی ایک طرف وہ طبقہ یعنی اصحاب رسول ﷺ جنہوں نے قرآن کو اکھٹا کیا اور احادیث رسول ﷺ کو قیامت تک کیلئے محفوظ بنانے کیلئے اپنی سرتوڑ کوششیں کی اور آج جو ہمارے پاس قرآن اور احادیث صحیحہ کا ذخیرہ موجود ہے اس کے پیچھے صحابہ و تابعین کی کوششیں موجود ہیں۔ اور یقینا دشمنان دین یہ جانتے تھے کہ قرآن و حدیث جو اسلام کی بنیاد ہے اس کو متنازع بنانے کیلئے سوائے اس کے اور طریقہ موجود نہ تھا کہ جن کے ذریعے قرآن و حدیث پھیلا یعنی صحابہ کرام پر الزامات کی بوچھاڑ کر

کے ان ہستیوں کو مسلمانوں کے ہاں متنازعہ بنا دیا جائے تاکہ کوئی ان کی بیان کردہ روایت اور جمع کردہ قرآنی نسخوں پر یقین نہ کرے۔ اور خدا کی قسم اگر وہ اس سازش میں کامیاب ہو جاتے تو آج شائد ہی اسلام کی حقیقی شکل اس دنیا میں موجود ہوتی لیکن میرے اللہ رب العزت کو کچھ اور ہی منظور تھا اور اس بات کا وعدہ میرے رب نے قرآن میں فرما دیا تھا کہ:

«اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ » (الحجر)9

ترجمہ: "بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں"۔

اور یہ نگہبانی کا عمل اللہ کریم نے اولین جن کے ذمہ دیا وہ ذوات مقدسہ اصحاب رسول ﷺ ہیں۔

اسی طرح اپنے حبیب کریم ﷺ پر نازل کردہ دین کے بارے میں بھی میرے رب نے وعدہ فرمایا تھا۔

«يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــٴُـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ » (التوبة/)32

ترجمہ: " (کافر) چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر"۔

تفسیر: "اس آیت میں نور سے مرادِ دینِ اسلام یا سرکار دوِ عالم ﷺ کی نبوت کے دلائل ہیں اور نور بجھانے سے مراد حضورپُرنور ﷺ کا دین مٹانا ہے یا قرآن کو شائع نہ ہونے دینا یا حضورِاقدس ﷺ کا ذکر روکنا اور حضور اکرم ﷺ کے فضائل سے چڑجانا۔ تو فرما دیا کہ کفار کی حرکتوں سے نہ دین ختم ہوگا، نہ اسلام کی شوکت میں کمی آئے اور نہ حضورِ اقدس ﷺ کی شان میں فرق آئے گا"۔(بیضاوی، براء ة، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳ / ۱۴۲۔۱۴۱، روح البیان، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳۲، ۳ / ۴۱۶، ملتقطاً)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

مِٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

اور پھر ان کی سازش کی تکمیل کیلئے ضروری تھا کہ اصلی قرآن و حدیث کو مشکوک بنانے کے بعد کچھ ایسا مواد بھی تیار کرنا چاہیئے جو اصلی قرآن و حدیث کے مآخذ کی جگہ لوگوں کو دیا جائے جسے لوگ اسلام سمجھ کر ہی اپنائیں تو انہوں نے عبد اللہ بن سباء یہودی کی پیروی کرتے ہوئے محبتِ اہلبیت کا دعوی کرنے کے ساتھ ساتھ جھوٹی اور من گھڑت روایات گھڑ کر آئمہ اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیں۔

اور انہوں نے اتنی روایات گھڑیں کہ انہوں نے پورا ایک مذہب تیار کر لیا جس کا اسلامی عقائد و نظریات کے ساتھ دور دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اور یہ باتیں ہم اپنی طرف سے نہیں کر رہے بلکہ ان باتوں کا کتب شیعہ سے ثبوت مہیا کیا جا سکتا ہے بطور تمثیل میں ضرور چند حوالے پیش کروں گا۔
یہ روافض اتنے شدید قسم کے دشمن ثابت ہوئے اسلام کیلئے کہ انہوں نے صحابہ کے جمع کردہ قرآن کو ناقص اور متنازعہ ثابت کرنے کیلئے نئے قرآن کے قصے کہانیاں گھڑ کر اپنی کتب میں شامل کر دیئے، تاکہ جب ہم صحابہ کی شخصیات کو متنازعہ بنائیں گے تو لازماً ان کا جمع کردہ قرآن اور احادیث کا مجموعہ بھی قابل اعتبار نہیں رہے گا۔ اسی سوچ و نظریے کو تقویت دینے کیلئے انہوں نے دوسری طرف نئے قرآن کے قصے کہانیاں گھڑ کر اپنی کتب میں شامل کر لئے تاکہ لوگ اس اصلی کلام اللہ کو پس پشت ڈال دیں اور اسلام کا نام دنیا سے مٹایا جا سکے۔
چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں
شیعہ مصنف نعمت اللہ الجزائری اپنی کتاب "انوار نعمانیہ" میں لکھتا ہے کہ قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا حالانکہ ساری دنیا میں یہ جو قرآن آج موجود ہے وہ حضرت عثمان کا جمع کردہ ہے۔
کہتا ہے:
« فلمّا جمعه ما أُنزل أتى به إلى المتخلفين بعد رسول الله، فقال لهم هذا الكتاب الله كما أُنزل فقال له عمر بن الخَطاب لا حاجة بنا إليك ولا إلى قرآنك، عندنا قرآن كتبه عثمان. فقال هم عليّ لن تروه بعد هذا اليوم ولا يراه أحد حتّى يظهر ولدي المهديّ. و في ذالك القرآن زيادات كثير وهو خال من التحريف. »

ترجمہ: " رسول اللہ ﷺ کے بعد جب حضرت علی نے قرآن جمع کر لیا تو صحابہ کے پاس آئے اور ان سے کہا یہ اللہ کی کتاب ہے جس طرح اس نے نازل کی تھی، عمر بن خطاب نے کہا ہمیں تمھاری اور تمھارے قرآن کی ضرورت نہیں، ہمارے پاس عثمان کا جمع کیا ہوا قرآن ہے۔ تو حضرت علی نے ان سے کہا آج کے بعد تم لوگ اس قرآن کو نہ دیکھو گے حتی کہ میرے بیٹے مہدی کا ظہور ہو جائے۔ اور اس (حضرت علی کے جمع کردہ) قرآن میں بہت سے اضافے تھے اور وہ تحریف سے پاک تھا "
یہ ہے وہ حقیقت جس کو شیعہ علماء بھی چھپا نہ سکے اور بتا دیا کہ انہوں نے قرآن، جس پر پوری امت بلکہ غیر مسلم بھی اس بات پر متفق ہیں کہ موجودہ قرآن تحریف سے بالکل پاک ہے لیکن یہ روافض اسلام کے تشخص کو مٹانے کیلئے اس قرآن کو محرف کہنے سے باز نہ آئے اور جھوٹ اور کفر بھی اہلبیت اطہار کی طرف منسوب کر دیا۔
شیعہ کی سب سے معتبر کتاب "الاصول من الکافی" میں ہشام بن سالم سے روایت موجود ہے کہ:

«عن هشام بن سالم، عن أبي عبد الله قال: إنّ القرآن الذي جاء به جبرائيل إلى محمد سبعة عشر ألف آية» (الكافي/كتاب فضل القرآن/باب النوادر: 350/2)

ترجمہ: " ہشام بن سالم کہتا ہے کہ امام جعفر صادق نے "فرمایا: جبریل جو قرآن محمد ﷺ کے پاس لے کر آئے تھے اس کی سترہ ہزار آیات تھیں۔"

اب یہ حقیقت کس کو معلوم نہیں کہ امت کے پاس جو قرآن ہے اس میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) آیات ہیں۔ باقی گیارہ ہزار آیات کہاں گئیں۔ یہ ہے وہ کفر اور جھوٹ جو ان بد بختوں نے گھڑ کر آئمہ اہلبیت کی طرف منسوب کیا۔ اور حقیقتاً انہوں نے آئمہ اہلبیت کی محبت کا دعوی بھی اسی لیے کیا کیونکہ ان تمام سازشوں کی تکمیل کیلئے ان کو کسی آڑ کی ضرورت تھی جس کی وجہ سے سادہ عوام ان پر اعتبار کر کے ان کے دھوکے میں مبتلاء ہو جاتی۔ اور ان سازشیوں نے اس آڑ کیلئے اہلبیت اطہار کی مقدس ہستیوں کا سہارا لیا اور اپنے خبث باطن سے جو بھی جھوٹ گھڑا اس کو اسلام دشمنی میں اہلبیت کی طرف منسوب کر دیا۔ اور اس بات کا جب آئمہ اہلبیت طاہرین کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ہماری مجالس میں بیٹھنے والے ہماری نسبت سے جھوٹ پھیلا رہے ہیں تو آئمہ نے ان کے لیے بدعائیں اور ان سے براءت کا اعلان کیا لیکن اس کے باوجود یعنی ان کذابوں کی کذب بیانی کے باوجود شیعہ محدثین نے ان سے روایات لیں اور ان پر اعتبار کیا۔ بطور نمونہ چند حوالہ جات پیش کر دیتا ہوں۔

امام رضا نے اپنی روایات کے مشہور شیعہ راویوں پر کذب بیانی کے سبب لعنت کی
شیعہ چوتھی صدی ہجری کا مصنف محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی جس کی وفات 350 ھ ہے، نے اپنی کتاب "رجال الکشی" میں روایت نقل کی ہے کہ:

«قال أبو الحسن الرضا: كان بنان يكذب على علي بن الحسين فأذاقه الله حر الحديد، وكان مغيرة بن السعيد يكذب على أبي جعفر فأذاقه الله حر الحديد، وكان محمد بن بشير يكذب على أبي الحسن موسى فأذاقه الله حر الحديد، وكان أبو الخطاب يكذب على أبي عبد الله فأذاقه الله حر الحديد، والذي يكذب علي بن محمد بن فرات» (رجال الكشي: ٢١٥)

ترجمہ: " امام رضا نے فرمایا: بنان علی بن حسین پر اتہام (یعنی انکی نسبت سے جھوٹ بولا) کرتا تھا اللہ اسکو گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ مغیرہ بن سعید ابو جعفر پر اتہام کرتا تھا اللہ اس کو گرم لوہے کا عذاب چکھائے، اور محمد بن بشیر امام موسی کاظم پر اتہام کرتا تھا اللہ اسے گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ اور ابو الخطاب امام جعفر صادق پر اتہام کرتا تھا اور محمد بن فرات کی بھی تکذیب کرتا تھا اللہ تعالی اس کو بھی گرم لوہے کا عذاب چکھائے"۔

نوٹ:

بنان، مغیرہ بن سعید، محمد بن بشیر اور ابو الخطاب شیعہ کے معتمد (جس پر اعتماد) راویوں میں سے ہیں۔ اکثر و بیشتر صحاح اربعہ کی روایات کے یہی راوی ہیں۔ جب ان قابل اعتماد رواۃ کے بارے میں حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ نے اس قدر سخت بد دعا کی کہ اللہ ان کو دوزخ میں گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ تو ان کی روایات کا کیا مقام ہو گا۔ پھر جن کتابوں میں ان کی روایات مذکور ہیں وہ کس درجہ کی کتب شمار ہو سکتی ہیں یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ان لوگوں نے جھوٹ گھڑ گھڑ کے آئمہ طاہرین کی طرف منسوب کئے۔ صرف اس وجہ سے کہ صحابہ کی بیان کردہ روایات و احادیث کو جب یہ متنازعہ و مشکوک بنا دیتے تو اس کے مقابلے میں انکو روایات کا ذخیرہ چاہئیے تھا جو یہ عوام کے سامنے رکھتے تاکہ عوام اس کو اسلام سمجھ کر اپناتی لیکن حقیقت میں اسلام مٹ جاتا صرف اسلام کا نام ہی رہ جانا تھا۔ اس کے عقائد و احکامات میں تغیر و تبدل کر کے اس کی اصل صورت کو مسخ کر دیا جاتا۔ مزید چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں تاکہ کسی کو انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔

« عن ابن بكير عن زرارة عن جعفر قال: سمعته يقول: لعن الله بنان البيان، وإن بنانًا لعنه الله كان يكذب على أبي أشهد أن أبي بن الحسين كان عبداً صالحًا » (رجال الكشي: 214)

ترجمہ "ابن بکیر زرارہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے میں نے سنا۔ اللہ "بنان البیان" پر لعنت کرے کیونکہ بنان ملعون میرے والد زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا حالانکہ میرے والد ایک نیک آدمی تھے"۔

« حدثني حمدويه قال: حدثني محمد بن عيسى عن يونس عن مسمع كردين أبي سيار قال سمعت أبا عبد الله يقول: لعن الله بريداً لعن الله زرارة » (رجال الكشي: 113)

ترجمہ: "ابی سیار نے کہا: میں نے امام جعفر صادق کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔ بریدہ پر اللہ کی لعنت ہو اور زرارہ پر بھی اللہ کی لعنت ہو"۔

« حدثني الحسن الأسدي عن أبيه كليب الصيداوي أنهم كانو جلوساً معهم عذافر الصير في وعده من اصحابهم معهم أبو عبد الله قال: فابتدأ أبو عبد الله من غير ذكر لزرارة فقال: لعن الله زرارة لعن الله زرارة لعن الله زرارة ثلاث مرات » (رجال الكشي: 114)

ترجمہ: "امام جعفر رضی اللہ عنہ کے متعلق حسن بن کلیب کہتا ہے۔ کچھ لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ نے اپنا کلام زرارہ پر تین مرتبہ ان الفاظ کے کہنے سے شروع کیا۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے، اللہ زرارہ پر لعنے کرے، اللہ زرارہ پر لعنت کرے"۔

ان تین حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خود آئمہ اہل بیت نے ان تین شخصوں (بنان، زرارہ، اور بریدہ) پر اللہ کی پھٹکار اور اس کی لعنت بھیجی۔ ان جلیل القدر آئمہ اہلبیت کا کسی پر ان الفاظ میں لعنت بھیجنا کوئی معمولی واقعہ نہیں اس لیے معلوم ہوا۔ کہ یہ اشخاص ایسے جرم کے مرتکب پائے گئے جس کی بنا پر آئمہ کی زبان سے ان کیلئے بار بار لعنت صادر ہوئی اور ایک عام پڑھا لکھا آدمی بھی جانتا ہے کہ حضور ﷺ نے کس پر لعنت کرنے کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر وہ اس کا مستحق ہوا تو ٹھیک ورنہ لعنت کرنے والے پر وہ لوٹ آئے گی۔ تو یہاں معاملہ عام آدمی کا نہیں بلکہ آئمہ اہلبیت کے جلیل القدر آئمہ کا ہے۔ وہ ان تینوں کے کرتوتوں سے بخوبی واقف تھے جن کی بنا پر انہوں نے ان پر لعنت بھیجی تو آئمہ اہلبیت کا ان پر طعن کرنا ثابت کرتا ہے کہ یہ تینوں مسلمان ہی نہ تھے۔ کیونکہ کسی مسلمان پر لعنت کرنا قطعاً جائز نہیں لہٰذا ان غیر مسلموں سے جتنی روایات آئی ہیں وہ مردود اور نا مقبول ہیں کیونکہ انہوں نے بے حساب جھوٹ گھڑ کر آئمہ کی طرف منسوب کیا جس کی وجہ سے یہ لوگ آئمہ کی طرف سے لعنت کے مستحق ٹھہرے۔

ایک طرف تو آئمہ ان راویوں پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ دوسری طرف شیعہ ان کو دین کے احکامات کا امین ثابت کرنے پر تلے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

« برید بن معاویه العجلي، و أبا بصیر البختري المرادي، و محمد بن مسلم، و زرارہ أربعة نجباء أمناء الله علی حلاله وحرامه، لو لا هؤلاء لا نقطعت آثار النبوة واندرست » (رجال الكشي: 128)

ترجمہ: " برید بن معاویہ العجلی، ابو بصیر لیث بن البختری المرادی، محمد بن مسلم اور زرارہ یہ چاروں نجباء اللہ تعالیٰ کے حرام و حلال کے امین ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو نبوت کے نشانات منقطع ہو جاتے۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ان چاروں کی برکت سے نبوت کے آثار و علامات موجود ہیں۔ اور اللہ کے حرام و حلال کا وجود ان کے وجود کا رہین منت ہے، اور یہ چاروں خود کس درجہ " بزرگ شیعہ " اور " مجتہد مذہب شیعہ " ہیں؟ آپ ابھی اسی کتاب کے حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا کلام پڑھ چکے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ پرلے درجے کے لعنتی اور کذاب ہیں۔ لہٰذا انکی روایات مردود ٹھہریں تو ان کی بدولت جو نبوت کے آثار تھے۔ وہ بھی ختم ہو گئے تو شیعوں کے پاس باقی کیا رہ گیا یہ تھی وہ حقیقت کہ کس طرح لوگوں نے جھوٹی اور منگھڑت روایات گھڑ کر آئمہ کی طرف منسوب کیں اور جب آئمہ اہلبیت کو معلوم ہوا کہ یہ تو کذابین جھوٹ کی نسبت ہمارے اور ہمارے آباء کی طرف کر رہے ہیں تو انہوں نے ان پر لعنت بھیج کر ان سے براءت کا اعلان کیا۔

روافض نے محبت اہل بیت کی آڑ میں ایسے سلیقے کے ساتھ جھوٹ گھڑے کہ جس میں انہوں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ سرور کائنات ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد صحابہ نے اہلبیت پر بہت ظلم کئے ان سے خلافت کو چھین لیا اور انکے حقوق غصب کر لیئے اور ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے۔ اس میں بھی روافض نے جھوٹ کی انتہاء کر دی یہ رسالہ لکھنے کا مقصد بھی انہی روافض کے گھڑے ہوئے ایک جھوٹ کا پردہ فاش کرنا ہے جس کی بنا پر یہ جمیع صحابہ کرام اور خصوصا خلیفۂ دوم سسر رسول ﷺ داماد علی سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ اور جاہل شیعہ ملاں اور زاکرین سٹیجوں پر جاہل عوام کے سامنے ان کو رلانے اور پیسے بٹورنے کی خاطر بہت بیہودہ قسم کی بکواسات کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے سادہ لوح اور دین سے دور طبقہ اپنی جہالت کی وجہ سے انکا شکار ہو کر ایمان و اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ پہلے روافض کی کتب سے طعن مکمل درج کریں گے پھر اس کے الگ الگ نقاط پر بحث کریں گے اللہ ہمیں حق کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبولیت کا شرف عطا کر کے اس کو اپنے بندوں کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

شیعوں کا من گھڑت افسانہ

روافض نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کیلئے ایک موضوع و مکذوبہ واقعہ گھڑ کر اس کا الزام خلیفۂ دوم سسر رسول ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر لگایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت لینے کیلئے حضرت علی کو بلا بھیجا تو جب حضرت علی نے آنے سے انکار کیا تو حضرت عمر چند آدمیوں کو ساتھ لے کر گئے لکڑیاں بھی لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ حضرت ابو بکر کی بیعت کیلئے باہر نکلو نہیں تو میں تم سب سمیت گھر کو آگ لگا دوں گا۔ جب وہ باہر نہ آئے تو حضرت عمر نے دروازے کو آگ لگا دی اور سیدہ پر جلتا ہو دروازہ گرا جس کی وجہ سے ان کا اسقاط ہوا انکے پیٹ میں محسن تھا جن کا اسقاط ہو گیا اور مولا علی نے اس کے رد عمل میں کچھ بھی نہ کیا اور حضرت علی کو گلے میں رسی ڈال کر ابو بکر کی بیعت کیلئے لے گئے اور زبردستی بیعت لے لی۔ ادھر سیدہ فاطمہ کو شدید زدو کوب کیا گیا جس کی وجہ سے وہ شدید زخمی ہوئیں اور انہی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے کچھ ماہ بعد سیدہ کا وصال ہو گیا۔

یہ ہے وہ موضوعہ و مکذوبہ واقعہ جس کو شیعہ ذاکرین و ملاں عوام سے پیسہ بٹورنے کیلئے بڑھا چڑھا کر بیان کرکے عوام کے جذبات اور اہلبیت کے ساتھ محبت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور شیعہ تو شیعہ کچھ بیوقوف ہمارے سنی بھی انکے اس جھوٹے واقعے کو کسی حد تک مان لیتے ہیں صرف اور صرف ان کی ڈرامے بازی کی وجہ سے کیونکہ پوری کائنات میں مکر و فریب میں ان روافض کا کوئی بھی ہم پلہ نہیں۔ اور اس بات کو لے کر ان کی مجالس میں جاہل ذاکرین سب سے زیادہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر زبانِ غلیظ دراز کرتے ہیں۔ اور ایک شور بپا کیا جاتا ہے۔ لیکن اصل میں اہلبیت کی مظلومیت کو اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور یہ سب ڈرامے باز ذاکرین مگر مچھ کے آنسو بہا کر عوام کو الّو بنا کر ان سے پیسہ بٹورنے کے چکر میں ہیں۔ آب آتے ہیں اس موضوع من گھڑت واقعے کی تحقیق کرتے ہیں کہ یہ جھوٹ کس نے گھڑا اور اس واقعے کی خود شیعوں کے ہاں کیا حیثیت ہے۔

اس واقعہ کا سب سے پہلا مصدر و ماخذ اور شیعہ مذھب کی سب سے پہلی کتاب جس میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا اسکا نام "السقیفہ" جس کا مصنف "سلیم بن قیس الہلالی" اور اس کو مرتب کرنے والا "ابان بن ابی عیاش" ہے۔ یہ دو وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اپنی کتاب میں اس واقعہ کو نقل کیا۔ اور ہم اس رافضی اعتراض کا جواب بھی انشاء اللہ اسی کتاب سے شروع کریں گے۔ جہاں سے اس مکذوبہ واقعے کی وضع کی بنیاد رکھی گئی۔

شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر اس بات پر متفق ہیں کہ جب کسی روایت یا کسی واقعے کی تکذیب و توثیق کرنی ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس واقعے کو بیان کرنے والے یعنی روایت کرنے والے لوگوں کے حالات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اگر تو وہ لوگ صحیح العقیدہ نیک سیرت ہوں کذب بیانی یا دیگر بری عادات سے بچنے والے ہوں ان کی یاداشت بھی قوی ہوں تو پھر علم الرجال کے علماء اس روایت یا واقعے کی توثیق فرما دیتے ہیں ورگرنہ اس واقعہ کو موضوع، ضعیف یا جو بھی اس کی نوعیت ہوتی ہے اسکو اسی

نوع میں رکھ دیا جاتا ہے اگر تو وہ قابل استدلال ہو تو اس سے استدلال کیا جاتا ہے اور اگر وہ جرح و تعدیل کے بعد روایت یا واقعہ قابل استدلال یا قابل اعتبار نہ ہو تو علماء اس کو ترک کر دیا کرتے ہیں۔
ذخائر احادیث اور تاریخی روایات کی توثیق و تکذیب کیلئے ایک یہی راستہ ہے اس کے علاوہ اگر من کی مان کر جس کو چاہا مان لیا اور جس کو چاہا جھٹلا دیا والا طریقہ اپنایا تو پھر دور نہیں بندہ گمراہیوں کے اندھیروں میں بھٹکتا رہے۔
اس طرح ہم بھی اس کتاب اور اس کے مصنف اور اس کے مرتب کو شیعہ ہی اسماء الرجال کی کتب پر پرکھیں گے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس کتاب یا اس کے مصنف و مرتب کا خود شیعہ کے ہاں کیا مقام و مرتبہ ہے۔
یاد رہے سلیم بن قیس الحلالی کی یہ کتاب شیعہ مذہب کی لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب ہے۔
مجھے یقین ہے کہ جب آپ اس کتاب کے بارے میں شیعہ متقدمین و معتمد علم الرجال کے علماء کی عبارات ملاحظہ فرمائیں گے تو اب تک سابقہ تحریر میں میں نے جتنے بھی ان کے جھوٹ گھڑنے اور آئمہ کی طرف منسوب کرنے کے دعوے کیے ہیں ان سب کی تصدیق ہو جائے گی۔
پہلا حوالہ الفہرست لابن ندیم اس ثبوت میں کہ "کتاب سلیم بن قیس الحلالی" شیعہ مذہب کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ ابن ندیم کی کتاب "الفہرست" سے شیعہ سنی دونوں استفادہ کرتے ہیں۔
"الفہرست لابن الندیم" میں جو علماء نے کتابیں لکھیں انکا ذکر موجود ہے اسطرح یہ بھی ایک علم ہے جس کے ذریعے یہ جانا جاتا ہے ایک مصنف نے کون کون سی کتب لکھیں ہیں۔ اگر کسی مصنف کے نام کے ساتھ منسوب کسی جھوٹی کتاب کی حقیقت معلوم کرنا ہو تو "کتب الفہارس" کے ذریعے اس کی حقیقت معلوم کی جاتی ہے۔ ابن ندیم لکھتا ہے کہ:

«وأول كتاب ظهر للشيعة كتاب سليم بن قيس «الهلالي رواه ابان بن الي عياش لم يروه غيره»

ترجمہ: "شیعوں کے لیے سب سے پہلی کتاب جو منظر عام پر آئی وہ سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب تھی۔" اسے ابان بن ابی عیاش نے روایت کیا ہے. اور اس کے علاوہ کسی اور نے اس کو روایت نہیں کیا۔ "
یہاں سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ یہ کتاب سلیم بن قیس شیعوں کیلئے سب سے پہلے منظر عام پر آئی۔ اس کتاب کے منظر عام پر آنے کا جو افسانہ بنایا گیا جب آپ اسے ملاحظہ فرمائیں گے تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ یہ کتاب روایت نہیں کی گئی بلکہ اطمینان کے ساتھ سوچ سمجھ کے ساتھ لکھ کر صحابہ خصوصا شیخین کریمین کی تنقیص کی خاطر گھڑ کر ان دو حضرات سلیم بن قیس اور ابان بن ابی عیاش کے ناموں کے ساتھ منسوب کی گئی۔ ہم اس کتاب کے ظاہر ہونے کی کہانی اسی کتاب سے قارئین کے سامنے رکھتے ہیں۔" عمر بن اذینۃ کا بیان ہے کہ مجھے ایک دن ابان بن ابی عیاش نے بلایا، جب میں انکی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا:

" میں نے آج رات خواب دیکھا ہے کہ میں اس دنیا سے جلد کوچ کرنے والا ہوں جب صبح کے وقت تم کو دیکھا تو مجھے خوشی حاصل ہوئی۔ آج رات خواب کی حالت میں سلیم بن قیس میرے پاس تشریف لائے اور مجھے کہاکہ اے ابان تم اس دنیا سے کوچ کرنے والے ہو میری امانت کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کو ضائع نہ کرو۔ اس امانت (کتاب سلیم بن قیس) کے پوشیدہ رکھنے کی جو ضمانت دی تھی اس کو پورا کرو اس کتاب کو امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے شیعہ کے سوا کسی اور کے سپرد نہ کرنا۔ اس کتاب کو رکھنے والا صاحب دین اور صاحب حسب ہو۔

(ابان نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا) کہ حجاج جب عراق میں وارد ہوا تو اس نے لوگوں سے سلیم بن قیس کے متعلق دریافت کیا، کیونکہ حجاج سلیم بن قیس کے قتل کے درپے تھا سلیم بن قیس ہمارے پاس حجاج کے خوف سے بھاگ کر پوشیدہ طور پر آ گئے۔ آپ ہمارے گھر میں مقیم رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میری عمر اسوقت چودہ برس تھی۔

تھوڑی مدت کے بعد جب سلیم بن قیس کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھے بلایا اور تنہائی میں مجھے ارشاد فرمایا:

اے" ابان میں تمہارے پاس رہا اور تم میں وہ چیز دیکھتا ہوں جس کو میں پسند کرتا ہوں۔ میرے پاس ایک کتاب ہے، جس میں وہ احادیث ہیں، جو میں نے ثقہ راویوں سے روایت کی ہیں۔ اور انکو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ اس میں ایسی احادیث ہیں جنکو میں عام لوگوں پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ لوگ ان احادیث کو عجیب و غریب پا کر انکار کر دیں گے۔ حالانکہ یہ احادیث حق ہیں۔ اور میں نے اہل حق ثقہ صاحب صدق و نیکی حضرت علی، سلمان فارسی، ابو ذر غفاری، مقداد بن الاسود سے سنی ہیں۔ اس میں کوئی ایسی حدیث نہیں کہ جس کے متعلق ایک سے سن کر دوسرے سے میں نے تصدیق نہ کروائی ہو، تمام نے ان احادیث کو اجماعی طور پر صحیح اور باصحت مانا ہے کچھ اور چیزیں بھی ہیں جنکو میں نے ان کے علاوہ اہل حق سے سنا ہے۔ جب میں بیمار ہوا تو خیال کیا کہ انکو ضائع کر دوں لیکن ایسا کرنا برا خیال کیا۔ اگر آپ خداوند عالم کو درمیان میں لا کر مجھے وعدہ دیں کہ جب تک آپ زندہ رہیں گے۔ کسی کو نہ بتائیں گے، اور میری موت کے بعد کسی کو بھی نہیں بتائیں گے مگر اس شخص کو جس پر آپ کا اعتماد ہو کہ وہ آپ کی طرح معتبر ہو اور جو حضرت علی کا شیعہ ہو۔

اس کے بعد میں نے اس بات کی ضمانت دی کہ آپ کی تمام ہدایات پر عمل کروں گا آپ نے وہ کتاب مجھے دی اور ساری کتاب پڑھ کر سنائی اس دوران میں سلیم بن قیس کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی وفات کے بعد میں نے کتاب کو پڑھا اور اسکو عجیب و غریب اور مشکل پایا۔ کیونکہ اس میں حضرت علی آپ کے اہلبیت اور آپکے شیعوں کے سوا تمام امت محمدیہ ﷺ کی ہلاکت موجود تھی خواہ مہاجرین ہوں خواہ انصار خواہ تابعین "ہوں۔ (کتاب سلیم بن قیس مترجم: ص 20,21,22)

دانشمند برادران کیلئے اس کہانی کے مطالعے کے بعد خود بخود واضح ہو گیا ہو گا کہ اس کتاب میں کتنی سچائی اور کتنی کذب بیانی ہے۔ اس افسانے سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس طرح سلیم ابان کے گھر کتنا عرصہ چھپا رہا لیکن اس کتاب کا ذکر تک نہیں کیا پھر جب مرنے کے قریب آیا تو ابان کو کتاب اس وعدہ پر دی کہ کبھی کسی کو نہ دینا جب تک کوئی معتبر شیعہ نہ ملے۔ پھر ابان بھی ساری زندگی یہ کتاب کسی کو نہ دے سکا یا بھول گیا جو بھی سلیم بن قیس صاحب کو پھر خواب میں آنا پڑا ابان کو یہ یاد کروانے کیلئے کہ میری امانت کو ضائع نہ کر دینا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اہل تشیع کی دوسری کتب لکھی گئیں تو ان کو اس طرح پوشیدہ طور پر کیوں نہ رکھا گیا اس کتاب میں وہ کیا خاص بات تھی جس کی وجہ سے اس کو پوشیدہ رکھا گیا۔

میرے خیال میں تو اس کا جھوٹا ہونا اس کے پوشیدہ رکھنے کا سبب تھا۔ بڑی حیران کن بات ہے کہ ایک کتاب کو لکھا گیا لیکن اسکو منظر عام پر لانے کے بجائے سالوں تک لوگوں سے چھپائے رکھا۔ مزید اس افسانے پر تبصرہ فضول ہے ہر ذی عقل و شعود شخص خود ہی اندازہ لگا سکتا ہے کہ روایات کی توثیق کا مدار روایات کو چھپانے پر نہیں بلکہ بیان کرنے پر ہوتا ہے۔ اور پھر اس پر علم الرجال کے علماء کی جرح و تعدیل ہوتی اس کے بعد جا کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایات موثق ہیں یا مکذوبہ ہم بھی اسی اصول کو اپناتے ہوئے اپنی نہیں بلکہ شیعوں کے علماء رجال کی کتب سے اس کتاب کی فنی حیثیت واضح کریں گے۔ تاکہ عوام کے سامنے ساری حقیقت کھل کر سامنے آئے کہ کس طرح انہوں صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کیلئے پوری کی پوری کتابیں ہی گھڑ لیں۔ شیعہ کتب رجال میں سلیم بن قیس اور ابان بن عیاش کا مقام دیکھتے ہیں۔

شیعہ علم رجال کے بہت معتمد و مستند عالم سید مصطفیٰ بن الحسین الحسینی التفرشی اسی ابان بن عیاش کے ترجمے کے تحت لکھتے ہیں :

«أبان بن أبي عياش فيروز: تابعي ضعيف، من أصحاب علي بن الحسين والباقر والصادق .... ضعيف لا يلتفت إليه، ونسب وضع كتاب سليم بن قيس إليه » (نقد الرجال: ص 39)

ترجمہ: " ابان بن ابی عیاش تابعی،اور ضعیف ہے یہ امام زین العابدین، امام الباقر، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم کے اصحاب میں سے ہے...... یہ ضعیف ہے اور (ہمارے علماء نے اس کی) نسبت کہا ہے کہ اس نے سلیم بن قیس کتاب (وضع) گھڑی ہے۔"

اسی ابان کے بارے شیعہ کے ایک اور فن رجال کے عالم احمد بن الحسین الغضائری الواسطی البغدادی کیا لکھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

«أبان بن أبي عياش، واسم أبي عياش: فيروز، تابعي، روى عن انس بن مالك، وروى عن علي بن الحسين ضعيف، لا يلتفت إليه. وينسب أصحابنا »وضع كتاب سليم بن قيس» (الرجال لابن الغضائری: ص 36)

ترجمہ: " ابان بن ابی عیاش، ابی عیاش کا نام فیروز ہے۔ ابان تابعی ہے، اور اس نے انس بن مالک اور علی بن الحسین سے روایت کی ہے۔ ابان ضعیف ہے اس کی (روایات) کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیئے اور ہمارے علماء نے اس کی نسبت کہا ہے کہ کتاب سلیم بن قیس کو گھڑنے والا یہ شخص ابان ہے۔"

علامہ غضائری نے بھی واضح کر دیا کہ یہ ابان بن ابی عیاش نے کتاب گھڑی ہے اور اس کی روایات کی طرف بالکل بھی توجہ نہ دی جائے۔ علامہ غضائری اسی کتاب میں آگے چل کر سلم بن قیس کے ترجمے کے تحت کیا لکھتے ہیں:

« سليم بن قيس الهلالي، العامري،
وينسب اليه هذا الكتاب المشهور.
وكان أصحابنا يقولون: إن سليماً لا يعرف، ولا ذكر في خبر.
وقد وجدت ذكره في مواضع من غير جهة كتابه، ولا من رواية أبان ابن أبي عياش عنه.
والكتاب موضوع، لا مرية فيه، وعلى ذلك علامات فيه تدل على ما ذكرناه.
منها: ما ذكر أن محمد بن أبي بكر وعظ أباه عند موته.
ومنها: أن الأئمة ثلاثة عشر. وغير ذلك.
و أسانيد هذا الكتاب تختلف:
تارةً برواية عمر بن أذينه، عن ابراهيم بن عمر الصنعاني، عن أبان بن أبي عياش عن سليم. وتارة يروى عن عمر عن أبان بلا واسطه » (الرجال لابن الغضائري: ص63)

ترجمہ: " سلیم بن قیس الھلالی یہ مشہور کتاب اس کی طرف منسوب ہے، ہمارے اصحاب کہتے تھے کہ سلیم کو کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی کہیں اسکا ذکر یا کوئی خبر ہے، میں نے اس کا ذکر اس کتاب کے علاوہ کہیں نہیں پایا اور نہ ہی ابان بن ابی عیاش کی روایات میں اسکا ذکر موجود ہے۔
یہ کتاب (سلیم بن قیس) موضوع (من گھڑت) ہے اس میں کوئی شک نہیں، اور اس کتاب میں کچھ ایسی نشانیاں ہیں جو اس کے موضوع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ جنہیں ہم نے بیان کیا ہے۔
اس میں ہے کہ: محمد بن ابو بکر نے اپنے والد کی وفات پر نصیحت کی تھی (حالانکہ محمد بن ابو بکر اپنے والد کی وفات پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے)
اور یہ بھی کہ: آئمہ تیرہ ہیں۔ اور اسطرح مزید۔ اس کی اسانید میں بھی اختلاف ہے۔ کبھی عمر بن اذین، ابرھیم بن عمر الصنعانی سے یہ ابان بن ابی عیاش سے یہ سلیم بن قیس سے۔ اور کبھی عمر اور ابان کی سند سے بلا واسطہ بیان کی جاتی ہے۔"

دوستو! آپ نے ملاحظہ فرمایا: کہ شیعہ عالم غضائری نے بھی اس کتاب کو موضوع و من گھڑت قرار

دیا اور سب سے بڑھ کر اس نے تو سلیم بن قیس کے وجود کو بھی مجہول قرار دیا کہ یہ شخص پتہ نہیں اس دنیا میں تھا بھی یا نہیں۔ باقی اسکا اصحابِ آئمہ میں ہونا اور پھر اسطرح ایک کتاب لکھنا تو بہت دور کی بات ہے۔ اور غضائری نے تو اس کے موضوع ہونے کی علتیں بھی بیان کی ہیں۔ پہلی یہ کہ محمد بن ابو بکر کا اپنے والد کی وفات پر نصیحت کرنا اب یہ تو ہر شیعہ سنی عالم جانتا ہے کہ محمد بن ابو بکر اپنے والد کے وصال کے بعد پیدا ہوئے تو وہ اپنے والد کے وصال پر نصیحت کیسے کر سکتے تھے۔۔

دوسری یہ کہ اس میں یہ بھی موجود ہے کہ امام 13 تھے کیونکہ شیعہ تو 12 اماموں کے قائل ہیں اگر وہ اس کتاب کی توثیق کرتے ہیں تو پھر انکے عقیدہ امامت کا نام نشان مٹ جائے گا۔ اور اکثر شیعہ علماء کا اس کتاب کو موضوع قرار دینے کی وجہ بھی یہی تھی کیونکہ اس میں تحریف قرآن کی روایات اور 13 اماموں کا ذکر ہے۔ اب اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی خاطر اس کتاب کو صحیح مانیں تو اس کی ہر بات صحیح ماننا ہوگی کیونکہ مصنف کا دعوی ہے کہ ساری روایات ثقہ ہیں۔

اگر ایک صحیح تو پھر ساری صحیح اور اگر ایک موضوع تو پھر ساری موضوع اب یہ شیعہ علماء کے ہاتھ میں ہے کہ اگر تو وہ سیدنا عمر کی تنقیص کے چکر میں اپنے عقیدہ امامت کی عمارت کو مسمار کرنا چاہتے ہیں تو ہماری بلا سے دنیا کے سامنے خود یہ ان کا سارا ڈھونگ ظاہر ہو جائے گا۔۔ اور تیسری اس کے موضوع ہونے کی جو علت غضائری نے بیان کی وہ سند کے اختلاف کی ہے جو کہ اختلاف عبارت میں موجود ہے۔ اب خود شیعہ علماءِ رجال اس کتاب کے موضوع ہونے پر دلائل قائم کر رہے ہیں۔

اس کے باوجود اگر کوئی اس میں موجود من گھڑت روایات کی بنا پر اس امت کے افضل ترین اشخاص پر طعن و تشنیع کا بازار گرم کرے تو پھر یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ یہ سب شیطان کی کارندے ہیں جن کا مقصد صرف اور صرف اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کرنا ہے۔ اللہ ایسے فتنوں سے امت محمدیہ کو پناہ عطا فرمائے۔۔

شیعہ علم الرجال کے ایک اور بہت بڑے عالم "حسن بن یوسف بن مطہر الاسدی" جس کا مقام شیعہ علم الرجال میں بہت بلند ہے اس نے بھی اپنی کتاب "خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال" میں بالکل یہی مذکورہ بالا عبارت نقل کی ہے کہ یہ کتاب موضوع ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اور وہی علتیں جو اوپر بیان ہوئیں ہیں اس کے موضوع ہونے کی وہی اس نے بھی بیان کیں۔

(خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال: ص162)

ایک اور شیعہ چوٹی کا عالم حسن بن علی بن داوٗد الحلی اپنی کتاب الرجال جو کہ " الرجال حلی " کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے بھی ابان بن ابی عیاش کے ترجمے کے تحت لکھا ہے کہ:

« أبان بن أبي عباش، .... ضعيف، قيل إنه وضع كتاب سليم بن قيس » (كتاب الرجال الحلي: باب الهمزه)

ترجمہ: " ابان بن ابی عیاش ،۔۔۔ ضعیف ہے، کہا جاتا ہے کہ اس نے کتاب سلیم بن قیس گھڑی ہے۔"

علامہ حلی نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ ابان خود ضعیف ہے اور یہ تو شیعہ سنی دونوں کے ہاں اصول ہے کہ ضعیف روایت قابل استدلال نہیں ہوتی اور پھر یہ بھی ساتھ بتا دیا کہ کتاب سلیم بن قیس ابان نے خود گھڑی ہے۔
ایک اور شیعہ عالم و مجتہد تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے عالم شیخ المفید نے اس کتاب سلیم بن قیس کے بارے میں لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

« أن هذا الكتاب غي موثوق به، ولا يجوز العمل على أكثر، وقد حصل فيه تخليط و تدليس، فينبغي للمتدين أن يجتنب العمل بكل ما فيه »
(تصحیح امامیہ: ص149)

ترجمہ: " شک یہ کتاب قابل اعتبار نہیں، اور اس کی اکثر (روایات پر عمل جائز نہیں، اس میں بہت سا اختلاط و تدلیس بھی ملتا ہے، ایک دیندار شخص کیلئے اس کی ہر ایک روایت سے اجتناب لازم ہے۔"
برادران اسلام شیخ مفید نے بھی یہ بیان کر دیا کہ یہ کتاب قابل اعتبار نہیں اور اس میں باطل کی بہت کی آمیزش کی گئی ہے۔ اور دیندار شخص کو اس کتاب سے اجتناب کرنا چاہیئے اتنی واضح اور صاف شیعی علماء کی آراء کے بعد بھی اگر پھر کوئی بنام شیعی اٹھ کر کھڑا ہو جائے تو پھر ایسی شیعیت کو بھی سلام ہے۔
اب میں جس مصنف کی کتاب کا حوالہ دینے جا رہا ہوں وہ شیعوں کے ہاں ایک خاص مقام رکھتا ہے اور انکی صحاح اربعہ میں سے دو تصنیفات (الاستبصار، تہذیب الاحکام) انکی ہیں جس کا نام شیخ الطائفہ محمد بن محمد الحسن الطوسی ہے۔ طوسی اپنی کتاب رجال میں ابان بن ابی عیاش کے بارے میں لکھتا ہے کہ : « أبان بن أبي عياش فيروز, تابعي, ضغيف »
ترجمہ: " ابان بن ابی عیاش فیروز، تابعی ہے، ضعیف ہے ایک اور حوالہ خلاصۃ الاقوال کا ملاحظہ فرمائیں:

« أبان بن أبي باش...... تابعي ضعيفا جداً.. لا يلتفت اليه و ينسب أصحابنا وضع كتاب سليم بن قيس اليه... فلم يرو عن سليم بن قيس احد من الناس سوى أبان... والاقوى عندي التوقف فيما برويه لشهادة إبن الغضائري عليه بالضعف، وكذا قال شيخنا الطوسى رحمه الله في كتاب الرجال قال: إنه ضعيف » (خلاصة الاقوال: ص325)

ترجمہ: "ابان بن ابی عیاش..... تابعی ہے اور بہت ضعیف ہے.....اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے..... اور ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ اس نے کتاب سلیم بن قیس کو وضع کیا ہے..... سلیم بن قیس سے یہ کتاب ابان کے سوا کسی نے بھی روایت نہیں کیا،.... میری نظر میں سب سے

زیادہ قوی بات یہ ہے کہ ابن الغضائری نے اسکو ضعیف قرار دیا جسطرح ہمارے شیخ طوسی کتاب رجال میں کہا کہ یہ ضعیف ہے"۔

بحمد اللہ اس کتاب کی موضوعیت پر ہم کتب شیعہ سے علماء رجال کی عبارات نقل کر چکے ہیں جو ہر دانشمند آدمی کیلئے کافی ہیں۔ ایک حوالہ میں اور پیش کرنا چاہتا ہوں لیکن اس سے پہلے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اوپر نقل کردہ تمام عبارات میں یہ واضح منقول ہے کہ ابان بن عیاش جو کہ اس کتاب کو سلیم سے روایت کرنے والا ہے انتہائی ضعیف ہے اس سے شیعہ علماء نے اجتناب کرنے کی نصیحت کی اور اسکی روایات کی طرف توجہ نہ کرنے کا اپنے شیعوں کو مشورہ دیا۔ اب حقیقت یہ ہے کہ اوپر خلاصۃ الاقوال کی عبارت میں یہ بھی موجود ہے کہ اس کتاب کو سلیم سے ابان کے علاوہ کسی نے بھی روایت نہیں کیا مطلب اس کتاب کا راوی صرف اور صرف ایک ہی ہے جو کہ ابان بن ابی عیاش ہے اور وہ شیعہ علماء رجال کی نظر میں بالکل ضعیف راوی ہے۔ اس کتاب کے موضوع ہونے کی ایک اور علت بھی ہے۔ اور اس کے ثبوت کے طور مزید ایک حوالہ پیش کر کے موضوع کو مزید آگے بڑھاؤں گا۔

کتاب سلیم بن قیس کے محقق محمد باقر الانصاری الزنجانی الخوئینی نے جو ابتدائیہ میں تحقیق لکھی ہے اس کے اندر لکھتا ہے کہ :

« أن لأبان بن أبي عياش، الناقل الوحيد هٰذا الكتاب عن مؤلّفه »

ترجمہ: " ابان بن ابی عیاش ہی وہ اکیلا شخص ہے جس نے یہ کتاب اسکے مؤلف سے نقل کی۔"

اس کتاب کے محقق نے خود بھی اعتراف کر لیا کہ یہ کتاب ابان کے علاوہ کسی اور سے مروی نہیں۔ اور ابان کے بارے ہم پہلے ثابت کر چکے یہ شیعہ علماءِ الرجال کے ہاں انتہائی ضعیف ہے جس کی روایات قابل اعتبار نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص میں گھڑے جانے والے واقعے کا سب سے پہلا راوی و کتاب موضوع من گھڑت نکلی۔ سلیم بن قیس کتاب کے حوالے سے یہاں تک ہماری گفتگو مکمل ہوئی۔

روافض کی مکاری

الدنیا کے تمام مذاہب، مسالک، انسانی اور اخلاقی فلسفوں میں جھوٹ، فریب، مکاری، دھوکہ دہی اور حق کو چھپانا بغیر کسی اختلاف کے ایسے رذائل ہیں، جو انتہائی قابل مذمت اور انسانیت کی آخری پستی کی نشاندہی شمار کیے جاتے ہیں۔ لیکن شیعیت دنیا کا واحد تنہا مذہب ہے کہ جس میں یہ اخلاق سوز برائیاں کتمان اور تقیہ کے نام سے اہم سے اہم مذہبی اصول بنائے گئے ہیں۔ شیعہ اپنی اسی روایت کو باقی رکھتے ہوئے سنیوں کے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں کہ دیکھو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو جلانے والا واقعہ بہت سے سنی علماء نے بھی اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ اسی حوالے سے کچھ عرصہ پہلے ایک شیعہ رافضی عالم شہنشاہ نقوی صاحب نے یوٹیوب پر ایک ویڈیو اپلوڈ کی جس میں اس نے یہ دعوی کیا کہ یہ واقعہ سنیوں کی بہت سی کتب میں موجود ہے۔ شہنشاہ نقوی کا یہ کلپ سننے سے پہلے تک میں انکو ایک سنجیدہ عالم سمجھتا تھا۔ لیکن جب میں نے اس کلپ میں انکی مکاری و دھوکہ بازی دیکھی تو میں حیران رہ گیا کہ جو شخص اکثر سٹیج پر بیٹھا یہ راگ الاپتا رہتا ہے کہ سنی ہماری جان ہیں سنی ہمارے بھائی اور اس کی دھوکہ بازی اس حد تک پہنچ گئی کہ اس کلپ میں ایک طرف سنی کتب کے حوالے سے انتہاء کے جھوٹ بولے اور یہ جھوٹ بولنے کی وجہ بھی صرف سنی عوام کو پھانسنے کیلئے اور دوسری طرف یہ بھی کہ رہا تھا سنی بھائیوں کی دل آزاری ہمارا مقصد نہیں میں معذرت خواہ ہوں ان سے یہ جواب دینا ہماری مجبوری ہے۔

یقین مانیں کمال کی مکاری ہے۔ ایک طرف تو سنیوں کو انکی ہی کتب کے متعلق جھوٹ، فریب اور دھوکے میں رکھنا چاہتا ہے اور دوسری طرف ان کی دل آزاری کیلئے معذرت خواہانہ لہجہ بھی استعمال کیا جا رہا اس کا مقصد صرف اور صرف عوام اہلسنت کو پھنسا کر انکو رافضی اور صحابہ کا گستاخ بنا کر شیطان کے چیلوں میں اضافہ کرنا ہے۔

جن کتب کا ذکر شہنشاہ نقوی نے کیا، ان ساری کتب کے نام ہم نقل کریں گے۔ پھر اسکے بعد ہر ایک کتاب اور انکی روایات کی تحقیق کریں گے اور یہ واضح کریں گے کہ شہنشاہ نقوی نے کس طرح عوام اہلسنت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ اور کس طرح اس نے دجل، فریب اور دھوکہ دہی سے کام لیا۔ شہنشاہ نقوی کا وہ کلپ تقریباً میں نے پورا سنا جس میں اس نے کم و بیش 30 کتب کا نام لے کر ان سب کتب کا سنیوں کے ہاں معتبر ہونے کا دعوی بھی کیا کہ یہ ساری کتب سنیوں کے بہت معتبر ہیں۔

سب سے پہلی دھوکہ دہی فریب اور کذب بیانی جو اس نے کی وہ یہ ہے کہ یہ ساری کتب اہلسنت کی معتبر کتب ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ ان میں کچھ شیعہ کی کتابوں کے نام بھی ہیں جنکو اس دھوکے باز اور فریبی نے سنیوں کو بھائی کہتے کہتے ان کے کھاتے میں ڈال دیا۔ دوسری کذب بیانی یہ کہ ان میں بعض ایسی بھی کتب ہیں جن میں اس مکذوبہ و

موضوعہ واقعہ کا نام نشان تک نہیں لیکن اس دجال کذاب نے پھر اپنے آباء اجداد کی پیروی میں یہ کتابیں بھی بطور دلیل پیش کر دیں تاکہ جاہل عوام کو یہ لگے کہ علامہ صاحب نے بہت کتابوں کے حوالے دیئے۔ باقی کچھ کتابیں ہماری اہلسنت کی بھی ہیں ان میں بھی سیدہ کو زدو کوب یا اسقاط کے ذکر کا نام و نشان تک نہیں۔ صرف دھمکی کا ذکر ہے اور وہ روایات بھی انتہائی سخت ضعیف ترین اور موضوع من گھڑت ہیں۔ ان شاء اللہ ہم ان کے ہر قسم کے دجل و فریب کو باری باری ظاہر کریں گے۔

سب سے پہلے ہم ان کتابوں پر باری باری تبصرہ کریں گے جو اس دجال نے شیعوں یا دوسرے بد عقیدہ لوگوں کی لکھی ہوئی کتابیں سنیوں کے کھاتے میں ڈالیں جن کے بارے میں خود شیعہ علماء نے لکھا ہے کہ یہ ہماری شیعوں کی کتابیں ہیں لیکن اس بے شرم و بے حیاء شخص نے انکو بھی سنیوں کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ صرف بھولی بھالی عوام کو گمراہ کرنے کیلئے، ان لوگوں نے دجل و فریب کی بھی انتہاء کر دی۔

۱:-اثبات الوصیہ:

اس کتاب کا مصنف ابو الحسین علی بن حسین بن علی الھذلی المسعودی ہے شہنشاہ نقوی نے اثبات الوصیہ کو بھی اہل سنت کی معتبر کتاب کہہ کر پیش کیا اور پھر اس کی عبارت سے اپنے مذموم مقاصد اور باطل عقائد پر دلائل پیش کر کے مقصد بر آری کی کوشش کی۔ اب ہم کتب شیعہ سے یہ ثبوت پیش کریں گے کہ علماء شیعہ نے اکی کتب کو اور اس مصنف کو اپنے شیعہ علماء میں شامل کیا ہے۔ شیعہ تصنیفات کے بارے لکھی گئی سب سے بڑی کتاب " الذریعہ الی تصانیف الشیعہ " کے مصنف آقا بزرگ الطھرانی نے مسعودی کی ایک کتاب " الصفوۃ فی الامامہ" کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی ایک کتاب مروج الذھب بھی ہے۔ یعنی اس کی تصانیف کو اس نے شیعہ کی فہرستِ تصانیف میں شامل کیا ہے کیونکہ اس کتاب میں صرف ذکر ہی شیعی تصانیف کا ہوا ہے اس لیے اس کتاب کا نام بھی طہرانی نے "الذریعہ الی تصانیف الشیعہ" رکھا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

(الصفوة في الإمامه) «لأبي الحسن علي بن الحسين المسعودي صاحب مروج الذهب المتوفي بمصر ٣٤٦ھ ذكره نجاشي و صرح به في اول مروج الذهب» (الذريعة الى تصانيف الشيعة: 48/15)

ترجمہ: "الصفوہ نامی کتاب ابو الحسن علی بن حسین مسعودی کی تصنیف ہے جسے اس نے مسئلہ امامت کے موضوع پر لکھا ہے۔ یہ مصنف "مروج الذھب" کا بھی مصنف ہے۔ جو 346 ھ میں مصر میں انتقال کر گیا، اس کا نجاشی نے ذکر کیا اور "مروج الذھب" کے شروع میں اس کی تصریح موجود ہے"

«شیخ المورخین و عمادھم ابو الحسن علی بن الحسین المسعودی الھذلی العالم الجلیل الالمعی، ذکرہ العلامۃ (رہ)

في القسم الأول من (صه)، وقال: له كتاب في الامامه و غيرها، منها كتاب في اثبات الوصيه لعلي بن أبي طالب وهو صاحب مروج الذهب.......قال العلامة المجلسي في مقدمة البحار والمسعودي عده (نجش) في فهرسته من رواة الشيعة، وقال: كه كتب، منها، كتاب إثبات الوصية لعلي بن أبي طالب، و كتاب مروج «الذهب (الكنى والالقاب: 185/3)

ترجمہ: "مسعودی ہذلی جس کا نام ابو الحسن علی بن حسین بن علی ہے۔ جو بہت بڑا شیخ اور مؤرخین میں سے بزرگ اور مستند ہونے کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم تھا۔ علامہ نے اسے خلاصۃ الرجال کی قسم اول میں ذکر کیا۔ اور کہا کہ اس کی ایک کتاب امامت وغیرہ کے مسئلہ پر ہے جس میں اس نے حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کی وصیت کے اثبات پر بہت کچھ لکھا ہے۔ مروج الذہب بھی اسی کی تصنیف ہے۔........ علامہ مجلسی نے مقدمہ میں اور بحار الانوار کی عبارت شروع کرنے سے قبل اس کا تذکرہ کیا۔ اور نجاشی نے اسی مسعودی کو اپنی فہرست میں ان راویوں میں شمار کیا ہے جو شیعہ مسلک رکھتے ہیں۔ اور کہا کہ اس کی ایک کتاب کا موضوع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کا اثبات بھی ہے کتاب مروج الذہب اسی کی تصنیف ہے۔"

حوالہ نمبر 3: اعیان الشیعہ

« و أبو الحسن علي بن الحسين المسعودي صاحب مروج الذهب. له كتاب المقالات في أصول الديانات ذكره في مروج الذهب وذكر له النجاشي أيضاً الابانه في اصول الديانات نص علي تشيعه الشيخ الطوسي والنجاشي وغيرهما وله مؤلفات في إثبات إمامة الأثني عشر و هم التاج السبكي في ذكره في طبقات الشافية كما ذكره فيها الشيخ أبا جعفر محمد بن الخسن الطوسي المعروف عند الشيعة بشيخ الطائفة » (أعيان الشيعة: ١٥٧١/)

ترجمہ: "ابو الحسن علی بن حسین المسعودی صاحب مروج الذہب کی ایک تصنیف کتاب المقالات فی اصول الدیانات ہے۔ اس کتاب کا تذکرہ اس نے مروج الذہب میں کیا ہے۔ نجاشی نے اس کی تصنیف "الابانۃ فی اصول الدیانات" کا ذکر کیا ہے اور شیخ طوسی اور نجاشی وغیرہ نے اسکا اہل تشیع میں سے ہونے پر نص وارد کی ہے۔ بارہ اماموں کی امامت کے اثبات پر اس کی کئی تصانیف ہیں۔ علامہ تاج السبکی نے طبقات شافعیہ میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن یہ محض وھم ہے۔ یہ اسی طرح درست نہیں جس طرح ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی کو علامہ سبکی نے طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے حالانکہ طوسی مذکور شیعوں کے نزدیک "شیخ الطائفہ" کے لقب سے معروف و مشہور ہے۔"

حوالہ نمبر:4 اعیان الشیعہ

«علماء النجوم من الشيعة......، ومن افضل الموصوفين بعلم النجوم الشيخ الفاضل الشيعي علي بن الحسين بن علي المسعودي مصنف كتاب مروج الذهب الخ... » (اعيان الشيعة: 160/1)

ترجمہ: "شیعہ علماء، جنہوں نے علم نجوم میں شہرت پائی۔ اس علم کے علماء میں سے افضل علی بن الحسین بن علی المسعودی ہے۔ جو کتاب مروج الذہب کا مصنف ہے یہ شخص اپنے دور کا فاضل اور شیخ تھا اور مسلک کے اعتبار سے شیعہ تھا۔"

حوالہ نمبر: 5 خلاصۃ الاقوال

«علي بن الحسين بن علي المسعودي، أبو الحسن الهذلي، له كتب في الامامة و غيرها، منها كتاب في أثبات الوصية لعلي بن علي بن أبي طالب، وهو صاحب كتاب مروج الذهب. » (خلاصة الاقوال: 186)

ترجمہ: "علی بن الحسین بن علی المسعودی، ابو الحسن الہذلی، کی (عقیدۂ) امامت اور دیگر موضوعات پر بھی کتابیں ہیں، جن میں "اثبات الوصیہ" حضرت علی کے وصی ہونے کے اثبات میں ہے۔ اور یہ مروج الذہب کا بھی مصنف ہے۔"

حوالہ نمبر: 6 رجال النجاشی

«علي بن الحسين بن علي المسعودي أبو الحسن الهُذلي، له كتاب المقالات في اصول الديانات، .... كتاب الصفوه في الامامة، ...... كتاب الهداية إلى تحقيق الولاية، ...... رسالة إثبات الوصية لعلي بن أبي طالب، ...... كتاب مروج الذهب .... » (رجال النجاشي: ٢٤٣)

ترجمہ: "علی بن الحسین بن علی المسعودی، ابو الحسن الھذلی،اس کی تصنفیات میں سے کتاب" المقالات فی اصول الدیانات...... کتاب الصفوہ فی الامامہ..... کتاب الھدایہ الی تحقیق الولایہ...... رسالہ اثبات الوصیہ لعلی بن ابی طالب.... اور کتاب مروج الذھب ہیں۔"

حوالہ نمبر: 7 فوائد الرجالیہ

« في رجال كتاب النجوم للسيد الجليل علي بن طاووس، من علمائنا المنجمين: .... و منهم الشيخ الفاضل الشيعي علي بن الحسين بن علي المسعودي مصنف كتاب مروج الذهب » (رجال بحرالعلوم المعروف فوائد الرجاليه: 150/4)

ترجمہ: "سید جلیل علی بن طاووس کی کتاب رجال النجوم میں ہے کہ ہمارے علماء النجوم میں.... فاضل شیخ شیعی علی بن الحسین بن علی المسعودی مصنف کتاب مروج الذھب بھی ہیں۔"

یہ تمام حوالہ جات شیعہ کی معتبر ترین کتب سے ہم نے پیش کئے لیکن شہنشاہ نقوی نے اتنی شرم و حیا نہ کی کہ اتنے ثبوت ہونے کے باوجود مسعودی اور آکی کتاب کو ہمارے کھاتے میں ڈالا اور سب سے بڑھ کر ظلم عظیم یہ کہ جس کتاب "اثبات الوصیہ" کا حوالہ دے رہا تھا اس کے ابتداء میں مصنف کے حالات لکھتے ہوئے اس کے عقیدے کا بھی ذکر کیا گیا اوپر جو شیعہ کتابوں کے حوالہ جات ہم نے پیش کئے۔ یہ کتب تو اس نے پتہ نہیں کبھی دیکھی بھی ہوں گی یا نہیں لیکن جس کتاب کو سنیوں کے کھاتے میں ڈال رہا ہے اس کے ابتدائی چند صفحات پڑھ لیتا تو شائد اس کو کچھ سمجھ آ جاتی۔
برادران اسلام! اسی کتاب اثبات الوصیہ میں مسعودی کے عقیدہ کے بارے میں جو منقول ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حوالہ نمبر: 8 اثبات الوصیہ

«كان اماميا أثنا عشريا ومن أجلا الثقات، و قد اعترف بذلك علماءنا الاعلام، «ففي الخلاصة » للعلامة الحلي: ثقة من اصحابنا. ولم يتعقب عليه الشهيد الثاني »في حواشي الخلاصة »
وفي « رياض العلماء » للمولى عبد الله المعروف بالافندي: كان شيخا جليلا متقدما في اصحابنا الامامية. . .
ذكر ان النجاشي عده من رواة الشيعة ولم يتعقب عليه.
و في « فرج المهموم » للسيد طاووس: من العاملين بالنجوم الشيخ الفاضل الشيعي علي بن الحسين المسعودي صاحب مروج الذهب.
وقال ابن ادريس الحلي في « السرائر » في كتاب الحج: هو من مصنفي اصحابنا معتقد للحق.
وقال أبو علي الحائري »في منتهي المقال » هو من جلة العلماء الامامية و من قدماء الفضلاء الاثنا عشرية.
وفي « روضات الجنات » : اشتهر بين العامة بانه شيعي المذهب». (اثبات الوصية: ص٨)

ترجمہ: "(مسعودی) امامیہ اثنا عشریہ کے اجلاء ثقات میں سے تھا، اور ہمارے علماء اعلام نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔
جیسا کہ «خلاصۃ الاقوال »میں علامہ حلی نے اس کو اپنے ثقہ اصحاب میں شمار کیا ہے۔ اور اور شہید

ثانی نے « خلاصۃ الاقوال » کے حواشی میں اس پر کوئی تنقید نہیں کی اور « ریاض العلماء » میں عبد اللہ جو آفندی کے نام سے مشہور ہیں نے لکھا ہے کہ: (مسعودی) امامیہ کے شیخ جلیل متقدمین میں سے ہیں۔اور نجاشی نے (مسعودی) کو شیعہ راویوں کی فہرست میں شمار کیا ہے اور اس پر کوئی تنقید نہیں کی۔ اور « فرج المهموم » میں سید طاووس نے لکھا ہے کہ شیخ فاضل شیعی علی بن حسین بن علی المسعودی مروج الذھب کے مصنف کا شمار علماء نجوم میں ہوتا ہے۔
ابن ادریس الحلی « السرائر » کتاب الحج میں کہا ہے کہ: یہ (مسعودی) ہمارے ساتھیوں میں سے ہے۔ اور حق پر یقین رکھنے والا ہے۔
اور ابو علی الحائری نے منتھی المقال » میں کہا ہے کہ (مسعودی) امامیہ کے عظیم علماء میں سے ہیں۔ اور اثناء عشریہ کی قدیم فضلاء میں سے ہیں۔
اور « روضات الجنات » میں ہے کہ: (مسعودی) عوام میں مشہور تھے کہ وہ مذہباً شیعہ تھے۔"
شیعہ تصانیف « الذریعہ » « الکنی الالقاب » « اعیان الشیعہ » « خلاصۃ الاقوال » « رجال سید بحرالعلوم » « رجال النجاشی » اور « اثبات الوصیۃ » تقریبا سات شیعہ کی معتبر ترین کتب کے حوالہ جات سے اثبات الوصیہ کے مصنف علی بن حسین المسعودی کے بارے میں حقائق سامنے آئے۔ ان میں تقریبا تمام حوالہ جات میں اس کے شیعہ ہونے کی تصریح موجود ہے۔ جس پر بہت سے دلائل پیش کیے گئے۔ اور صاحب اعیان الشیعہ نے علامہ تاج السبکی کا اسے طبقات شافعیہ میں شمار کرنا وہم قرار دیا۔ ان تمام شیعہ کتب کی تصریحات کے ہوتے ہوئے شہنشاہ جھکوی کا مسعودی اور اس کی کتاب کو سنیوں کے کھاتے میں ڈالنا بلکہ اسکو سنیوں کے ہاں معتبر قرار دینا کس قدر دلیری ہے اور کتنی بڑی بددیانتی اور دھوکہ دہی ہے۔ دراصل جھکوی چاہتا یہ ہے کہ میں ادھر ادھر کی کتابوں کو اہلسنت کی کتابیں کہہ کر اور انہیں اہل سنت کی معتبر کتاب کا عنوان دیکر قارئین کو یہ باور کرا سکوں گا۔ کہ میں اپنے دعوے پر کتب اہل سنت سے بہت سے حوالہ جات پیش کر رہا ہوں۔ اور کر سکتا ہوں۔ حالانکہ وہ کتابیں ہوتی ان کے اپنے مذہب کی ہیں۔ یہ جھوٹ فریب اور دھوکہ دہی کی بنیاد پر ہی تو اس مذہب کو تشکیل دیا گیا ابھی ان روافض کی کذب بیانی کے سامنے یہ تو کچھ بھی نہیں یہ تو صرف ایک کتاب کے حوالے سے گفتگو ہے جب نقوی کے دیئے گئے باقی تمام حوالہ جات کے حقائق سامنے آئیں گے تو مجھے یقین ہے کہ آپ صحیح طرح سے نقوی اور اس جیسے دوسرے دشمنان صحابہ کی حقیقت جان جائیں گے۔ اور رافضیوں کے اس دھوکہ دہی کو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی نے بھی "تحفہ اثنا عشریہ" میں بھی بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے میں چاہتا ہوں شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی کی کتاب سے ایک اقتباس ضرور پیش کروں تاکہ قارئین ہماری مقصدِ بیان کو بآسانی سمجھ سکیں۔ انشاء اللہ اس مختصر اقتباس کے بعد جھکوی کی طرف سے پیش کی گئی باقی کتب کی حوالہ جات کی حقیقت جانیں گے۔

شاہ صاحب کی تصنیف تحفہ اثنا عشریہ سے اقتباس

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے روافض کے رد میں کتاب بنام " تحفہ اثنا عشریہ" لکھی تو اس میں انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ روافض کے دھوکوں اور کذب بیانیوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ انہی کی کتاب کے چند اقتباسات میں بھی پیش کرنا یہاں ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ آگے جن مسائل پر بحث ہونے جارہی ہے۔ اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ روافض کی حقیقت قاری کے سامنے ہو۔

محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شیعہ علماء نے تقیہ کا لبادہ اوڑھ کر اپنے آپکو اہل سنت کے محدثین ظاہر کیا اور علم حدیث کے قابل اعتبار محدثین اہلسنت سے علم حدیث حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے اور صحیح اسناد حفظ کر لیں۔ ظاہری زہد و تقوی سے اپنے آپکو آراستہ و پیراستہ کیا۔ ان کی ظاہری حالت سے اہل سنت کے طلبائے حدیث نے بھی دھوکہ کھایا اور انکی شاگردی کو قابل اعتماد سمجھا اور ان سے علم حدیث پڑھا۔

اہل علم میں اعتماد پیدا کرنے کے بعد انہوں نے یہ حرکت شروع کر دی کہ صحیح و حسن احادیث کی روایت کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی گھڑی ہوئ احادیث بھی خلط ملط کر دیں۔ عوام تو کیا خواص تک اس دھوکہ اور فریب کے شکار ہوئے اس لیے کہ احادیث صحیحہ و موضوعہ میں تمیز کی صورت رواۃ حدیث ہیں۔ اور جب اس چال بازی کی وجہ سے اچھے اور برے راوی مل جل گئے تو اب تمیز کی کوئ صورت نہ رہی، لیکن اللہ تعالی کا فضل اہل سنت کے ساتھ شامل تھا اور ان مکاروں کے کید و فریب کا پردہ چاک کرنا منظور تھا۔ لہٰذا فن رجال کے ماہرین اس طرف متوجہ ہوئے۔ تحقیق و تفتیش میں لگے اور باالآخر اس دھوکہ کا پتہ چلا لیا۔ اور پورے طور پر اس سے آگاہ ہوئے۔

جب دھوکہ اور فریب کھلا اور معاملہ طشت از بام ہوا تو اس گروہ کے کچھ لوگوں نے تو حدیثیں گھڑنے اور وضع کرنے کا صاف صاف اقرار کر لیا اور بعض دوسروں نے گو زبان سے تو اقرار نہیں کیا مگر کچھ اور قرائن و علامات نے ان کی سازش اور فریب دہی کا راز کھول کھولا۔

چنانچہ اب تک ان معجموں اور مصنفات میں یہی احادیث مشہور و معروف ہیں اور اکثر شیعہ اور تفضیلیہ دلیل میں انہیں موضوع و من گھڑت احادیث کو پیش کرکے انکا سہارا لیتے ہیں۔

ان میں جابر جعفی وہ پہلا شخص ہے جو اس دھوکہ اور فریب کا صحیح معنوں میں موجد ہے اس لئے بعد تحقیق حال امام بخاری و مسلم نے احتیاطا اس کی تمام مرویات کو درجہ اعتبار و اعتماد سے گرا کر نظر انداز کر دیا۔ ترمذی و ابو داؤد اور نسائ نے اس کی روایات کو متابعات و شواہد کے طور پر قبول کیا (یعنی دوسری صحیح احادیث کی تائید مل جانے پر) ورنہ جو روایت تنہا بیان کرتا ہے اس کو رد کر دیا اور نا قابل اعتماد و نامقبول ٹھہرایا۔

اور انکا دوسرا شخص ابو القاسم بن عبد اللہ بن ابی خلف اشعری قمی ہے۔ وہ عیاری و چالاکی میں خوب چاق و چوبند اور سب سے آگے ہے۔ بعض ناواقف اہل سنت بھی اس کو اختلاط اسناد کی وجہ

سے اپنے معتبر رجال اسناد میں سمجھتے ہیں۔ مگر نجاشی نے جو شیعہ رجال اسناد کو پرکھنے میں ماہر ہے۔اس کو اپنے فرقہ کا فقیہ و سر گروہ قرار دیا ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ ایک اور دھوکہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روافض اہل بیت کرام سے ایسی احادیث اور روایتیں بیان کرتے ہیں۔ جن سے صحابہ کرام کی مذمت کا ثبوت ملے اور جن سے ان کے ظلم و تعدی پر اہل بیت کی شکایت ظاہر ہو۔ اور بعض ایسے اثار بیان کرتے ہیں جن سے صحابہ کرام کا دین سے ارتداد ظاہر ہو، اور جن سے یہ بتائیں کہ قیامت کے دن اہل بیت کے حقوق غصب کرنے والوں پر سب سے زیادہ سخت عذاب ہو گا۔ اور یہ صحابہ کرام چونکہ اہل بیت کے حقوق کے غاصب ہیں اس لئے ان کو اور ان سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ میں بلایا جائے گا۔ اور شیعہ اور اہل بیت سے محبت رکھنے والے جنت میں رکھے جائیں گے۔ اور پھر ان احادیث و روایات کی تائید میں وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو اہل بیت کے ساتھ محبت رکھنے کی فضیلت اور انکے دشمنوں کی برائی میں اہل سنت کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔ اس دھوکہ کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہی کہ تابعین و تبع تابعین رحمھم اللہ کے دور میں نواصب اور خارجیوں کے ہاتھوں حضور ﷺ کی ذریت کریمہ پر ظلم اور ان کی تحقیر و تذلیل ہوئی۔ اور بعض اوقات آئمہ اہل بیت نے ان ہی نواصب کی بداطواریاں اور سیاہ کاریاں دیکھ کر ان کی مذمت کی۔ مگر اتنی سی بات کو شیعی کینے اور بغض و عداوت نے ان لوگوں پر اپنا عناد نکالنے کا ذریعہ بنایا اور صحابہ کرام کی ذات گرامی کو اس میں ملوث کر لیا۔ اور ان مطاعن کو ان پر چسپاں کرنے کی جسارت کی۔

ایک دھوکہ یہ بھی دیتے ہیں کہ اپنے مذہب کے موافق رسول اللہ ﷺ سے مرفوع احادیث گھڑ لیتے ہیں۔ اور پھر انکو رواج و شہرت دیتے رہتے ہیں، ان کی اکثر حدیثیں، قصہ و کہانی کے انداز کی ہوتی ہیں بعض الفاظ و صیغے صحیح احادیث سے اڑا کر اسی انداز و طریقے سے ادا کرتے ہیں جن سے انکے مذہب کی تائید نکل سکے۔۔اور بعض وقت ایسے صیغے بھی گھڑ لیتے ہیں کہ احادیث صحیحہ میں کبھی نہیں دیکھے گئے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ انبیاء یہ آرزو رکھتے تھے کہ شیعان علی میں محشور ہوں۔ (یعنی انکا حشر انہیں کے ساتھ) ہوں اسی جیسے اور الفاظ و صیغے۔

روافض کے دھوکوں میں سے ایک دھوکہ یہ بھی ہے کہ ایک ایسی کتاب جس میں صحابہ پر لعن طعن ہو

اور مذہب اہل سنت کا بطلان ہو خود تصنیف کر کے اس کو اہل سنت کے کسی جلیل المرتبہ عالم کے طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اور اس کے خطبہ میں مصنف کی طرف سے یہ وصیت بھی درج کر دیتے ہیں کہ ہم نے اس میں جو کچھ لکھا ہے۔یہ ہمارا اصلی اور پوشیدہ عقیدہ ہےاس کو ایک محفوظ امانت اور پوشیدہ بھید سمجھ کر راز میں رکھیں۔ اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے اسے ظاہر داری اور زمانہ سازی محض تصور کریں۔ مثلاً کتاب سر العالمین کو امام غزالی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس طرح کی کئی اور کتابیں ترتیب دے کر انہوں نے یہی حرکت کی

ہے۔ اب چونکہ ایسے صاحب ذوق لوگ بہت ہی کم ہیں کہ وہ اس فرضی بزرگ مصنف کے طرز کلام سے گہری واقفیت رکھتے ہوں کہ ان کے اور دوسروں کے مذاق سخن میں فرق و امتیاز کر سکیں۔ اس لیے لا محالہ عام طلبائے دین اس مکر کے چکر میں غوطے کھاتے اور بہت حیران و پریشان ہوتے ہیں۔

پھر روافض بد باطن صحابہ کرام کی برائیاں اور مذہب اہل سنت کا بطلان ایسی کتابوں سے نقل کرتے ہیں جو نہایت کم یاب اور نادر الوجود ہوتی ہیں۔ حالانکہ ان کتابوں میں اس جھوٹ کا دور دور تک ذکر نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ یہ کتابیں ہر ایک کو بآسانی دستیاب نہیں ہوتیں، اس لئے اکثر ان نقلی حوالوں کو دیکھنے والے شک و شبہ میں پڑ جاتے ہیں اور وہ اس سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ اگر یہ نقل صحیح ہے تو اہل سنت کی مشہور روایات اور اس روایت میں تطبیق و موافقت کیسے ہو گی حالانکہ ان بیچاروں کی یہ سوچ اور فکر مندی فضول ہے۔ کیونکہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر بالفرض نقل صحیح بھی ہو تو موافقت اور تطبیق کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب کہ دونوں روایتیں شہرت، صحت، ماخذ، وضاحت معنی اور عدالت رواۃ میں برابر و ہم مرتبہ ہوں۔ اور جب یہ امور ان مشہور روایات کے مقابلہ میں جن کے ماخذ معلوم اور جن کی دلالت واضح ہے اس موہوم و بے اصل نقل میں ناپید ہیں تو تطبیق کی ضرورت ہی کہاں رہی۔

غرض یہ شیعہ اہل سنت پر الزام لگانے کیلئے جو حوالے لاتے ہیں وہ ایسی ہی نادر الوجود کتابوں سے لاتے ہیں اور اگر بالفرض وہ کتب دستیاب بھی ہوں تو ہم کہیں گے کہ مصنف نے اپنی کتاب کی ہر بات کی صحت کی پابندی نہیں کی بلکہ اس نے اچھا اور برا سب اس میں جمع کر دیا ہے۔ اور اس نے نظر ثانی کا موقعہ دیا ہے۔ کہ چھان پھٹک کر کے اچھی بات لے لی جائے اور بری کو نکال کر پھینک دیا جائے۔ آردبیلی مصنف کشف الغمہ، اور حلی مصنف الفین اس قسم کی کتابوں سے نقل پر نقل کرتے چلے گئے اور بزعم خود سمجھتے ہیں کہ ہم نے پالا مار لیا ہے۔

اسی طرح ابن طاوس بھی اپنی تصانیف میں اسی قسم کے بے اصل نقلوں کے انبار پر انبار لگاتا چلا گیا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس نے واقعی اہل سنت کو ملزم ثابت کر دیا۔

یہ تھے وہ حقائق جن کو جاننا ہر سنی کیلئے بہت ضروری ہے خاص وہ لوگ جنکا واسطہ شیعوں کے ساتھ مباحثہ میں پڑتا رہتا ہے۔ تاکہ وہ انکی طرف سے کی گئی کذب بیانیوں کو آسانی سے سمجھ سکیں۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم پر جو روافض کی طرف سے طعن کیا گیا کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کا گھر جلایا۔ اس الزام میں بھی روافض نے مذکورہ بالا تمام ہتھکنڈے آزمائے ہیں جنکا ہم آگے چل کر پردہ چاک کریں گے۔ جب آپ کے سامنے حقائق آئیں گے اور آپکو معلوم ہو گا کہ یہ کس طرح جھوٹ اور دجل کا سہارا لے کر شہنشاہ نقوی نے اہلسنت کی کتابوں کے حوالے دیئے تو آپ بھی یہ کہو گے کہ شیطان بھی جھکوی کے مکروفریب سے پناہ مانگتا ہو گا کہ یہ میرا چیلہ استاد کو پیچھے چھوڑ گیا۔

2:- تاریخ یعقوبی

دوسری کتاب جو شہنشاہ نقوی نے بطور حوالہ پیش کی اس کا نام « تاریخ یعقوبی » ہے۔ اس کے مصنف کا نام احمد بن ابی یعقوب ہے۔ نقوی نے اس کتاب کو بھی دیرینہ عادت کی طرح اہل سنت کی معتبر کتاب کے طور پر پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ کٹر امامی شیعہ ہے۔ اور اس پر بھی شیعہ علماء کی تصریحات موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

« تاریخ الیعقوبي » المؤرخ الرحالة أحمد بن أبي یعقوب اسحاق بن جعفر بن وهب بن واضح الكتاب العباسي المكني بابن واضح والمعروف باليعقوبي المتوفي ٧٨٤ صاحب كتاب البلدان المطبوع ليدن قبلا و في النجف ١٣٥٧ س وتارخه كبير في جزئين الولهما تاريخ ما قبل الاسلام والثاني فيما بعد الاسلام إلي خلافة المعتمد العباسي سنه ٢٥٢ طبع الجزءان في سنة ١٨٨٣م كما في معجم المطبوعات و فيه أن ابن واضح شيعي المذهب؛ و في اكتفاء» «القنوع ان اليعقوبي كان يميل في غرضه الي التشيع دون السنية » (الذریعہ: 396/2)

ترجمہ: " تاریخ یعقوبی احمد بن ابی یعقوب الکاتب عباسی کی تصنیف ہے، اس کی کنیت ابن واضح اور یہ یعقوبی کے نام سے مشہور ہے 284 میں فوت ہوا۔ کتاب البلدان بھی اس کی تصنیف ہے۔ جو لندن میں اور پھر نجف میں 1357 سنۃ میں چھپی اس کی تاریخ کی کتاب دو جزؤوں میں ہے۔ پہلے جز میں اسلام سے پہلے کی تاریخ ہے۔ اور دوسری جلد میں اسلام کے بعد کے حالات درج ہیں۔ جو عباس خلیفہ معتمد کے دور تک ہے۔ دونوں جزئیں 1883 سنۃ میں لندن میں شائع ہوئیں۔ اور معجم المطبوعات میں ہے۔ کہ ابن واضح مذہب کے اعتبار سے شیعہ تھا۔ اور اکتفاع الفتوح میں ہے کہ یعقوبی شیعیت کا دلدادہ اور سنیت اسکا مسلک نہ تھا۔"

«احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وهب بن واضح الكاتب االعباسي الشيعي كان جده من موالي المنصور و كان رحالة يحب الأسفار، ساح في بلاد الاسلام شرقا و غربا ودخل ارمينية سنة ٢٦٠ ثم دخل إلى الهندو عاد الى مصر و بلاد المغرب فألف في سياحتة كتاب البلدان، وله التاريخ المعروف بالتاريخ اليعقوبي الى غير ذلك، توفي سنة ٢٨٤ » (الكني والالقاب: ٣) .٢٩٦/

ترجمہ: "احمد بن یعقوب جو کاتب اور منشی تھا۔ عباسی اور امامی شیعہ تھا اس کا دادا منصور ودانیقی کے آزاد کردہ غلاموں اور طرف داروں میں سے تھا۔ یہ شخص (احمد بن یعقوب) سیاح تھا۔ اور ہر وقت سفر میں رہتا تھا۔ شرق و غرب کے مختلف اسلامی ممالک میں پھرا 260 میں آرمینیہ گیا۔ وہاں سے ہندوستان اور پھر مصر لوٹا۔ اس کی ایک سیاحی کے موضوع پر کتاب بھی ہے۔ جس کا نام کتاب البلدان ہے۔ ایک فن تاریخ پر کتاب لکھی۔ جو تاریخ یعقوبی کے نام سے مشہور ہے اس کے علاوہ اور بھی اس

کی تصانیف ہیں۔ 284 میں اس نے وفات پائی۔"

«مؤلفو الشيعه في التاريخ والسير والمغازي
واليعقوبي أحمد بن أبي يعقوب واضح. له التاريخ المعروف بتاريخ اليعقوبي مطبوع في ليدن في مجلدين من ابتداء الخليقة الى (٢٥٩). » (اعیان الشیعہ: 154/1)

ترجمہ: "تاریخ، سیرت، اور مغازی پر شیعہ مصنفین کی تصانیف تاریخ یعقوبی، اس کا مصنف احمد بن ابی یعقوب واضح ہے۔ یہ تاریخ دو جلدوں پر لڈن میں شائع ہوئی پہلی جلد ابتداء خلیقہ سے 259 تک یعنی معتمد خلیفہ کے زمانہ تک پھیلی ہوئی ہے۔"

لمحہ فکریہ:

مذکورہ بالا تین کتبِ شیعہ کے حوالہ سے تاریخ یعقوبی کے مصنف کے نظریات کے بارے میں جو کچھ میں نے پیش کیا یہ ان کتب شیعہ کے مصنفین کی تصانیف کا مقصد یہ تھا کہ جن جن شیعہ علماء نے مذہب شیعہ پر کتب تصنیف کی ہیں انکو لوگوں سے روشناس کرایا جائے۔ خاص کر الذریعہ الی تصانیف شیعہ جو 25 مجلدات پر مشتمل ہے۔ اپنے نام سے اپنا تعارف کر رہی ہے، ان تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی شہنشاہ نقوی سا سر پھرا تاریخ یعقوبی کے مصنف کو اہلسنت میں شمار کرے اور اسکی تصنیف کو سنیوں کی معتبر تصنیف کہے تو ایسے شخص کی ذہانت پر ماتم کرنا چاہیے۔ خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کا نقص قرآن و حدیث سے ثابت کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر یہ لوگ شیطانی رستہ اختیار کرتے ہوئے مقہور و مغلوب بلی کی طرح ادھر ادھر کی لا یعنی کتابوں سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ اور پوری بد دیانتی سے اماں شیعوں کی کتابوں کو اہلسنت کی معتبر کتابوں کے طور پر پیش کرکے اپنے باطن کے ناسور کا علاج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

3:- الامامہ والسیاسہ:

جن کتب نے اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کی کردار کشی میں حصہ لیا ہے، ان میں ابن قتیبہ کی طرف منسوب "الإمامة والسياسة" ایک اہم کتاب ہے۔ جو بعد میں گھڑ کر ابن قتیبہ کی طرف منسوب کر دی گئی۔ اور ایک اور بات واضح کرتا چلوں کہ اگر بالفرض محال یہ ثابت ہو بھی جائے کہ « الامامة والسياسة » ابن قتیبہ ہی کی تصنیف ہے تو پھر اس کے بعد بھی اب قتیبہ کی روایت کو بطور دلیل ہم اہلسنت کے سامنے پیش کرنا حماقت ہو گی کیونکہ ابن قتیبہ کی شخصیت علماء کے نظر میں بہت زیادہ متنازعہ ہے۔ بعض علماء نے اس کو جھوٹا کذاب اور بعض نے اس کو ثقہ بھی کہا لیکن ہم جب اس کی کتب کی طرف نظر کرتے ہیں تو ان میں صحابہ اور خاص کر رسول اللہ ﷺ کے آباء کی توہین نظر آتی ہے۔

تو پھر ہم ان علماء کرام جنہوں نے انکو جھوٹا کذاب کہا انکی بات کی توثیق کریں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے آباء اور انکے صحابہ کی توہین کرنے والا اہلسنت کے ہاں کیسے ثقہ قرار پا سکتا ہے۔ اب ہم ابن قتیبہ کی "المعارف" کی چند عبارات پیش کریں گے جن سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ "الامامۃ والسیاسہ" کتاب ابن قتیبہ کی نہیں اور اس کی کتاب میں جو توہینِ رسالت والی عبارت موجود ہے اس کو بھی نقل کریں گے تاکہ سب کی آنکھیں کھلیں کہ توہین رسالت کرنے والا سنیوں کا امام نہیں ہو سکتا بلکہ یہ انتہائی خبیث النفس شخص تھا

" المعارف لابن قتیبہ" میں جن تصانیفِ ابن قتیبہ کا تذکرہ ہے ، اُن میں بھی امامہ والسیایسہ نام کی کوئی تصنیف نہی لکھی گئی، بلکہ "المعارف" کے مقدمہ میں اس امر کی تردید موجود ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیں

حوالہ نمبر:1

« بقي بعد هذا كتاب شاعت نسبته إلى ابن قتيبة، وليس له، وهو: كتاب الإمامة والسياسة.

والأدلة على بطلان نسبة هذا الكتاب إلى ابن قتيبة كثيرة، منها:

١: أن الذين ترجموا لابن قتيبة لم يذكروا هذا الكتاب بين ما ذكروه له. اللهم إلا القاضي أبا عبد الله التوزي المعروف بابن الشباط. فقد نقل عنه في الفصل الثاني من الباب الرابع والثلاثين من كتابه « صلة السمط ».

٢: أن الكتاب يذكر أن مؤلفه كان بدمشق، وابن قتيبة لم يخرج من بغداد إلا إلى الدينور.

٣: أن الكتاب يروى عن أبى ليلى، وأبو ليلى كان قاضيا بالكوفة سنة (١٤٨ هـ) أي قبل مولد ابن قتيبة بخمس وستين سنة.

٤: أن المؤلف نقل خبر فتح الأندلس عن امرأة شهدته. وفتح الأندلس كان قبل مولد ابن قتيبة بنحو مائة وعشرين سنة.

٥: أن مؤلف الكتاب يذكر فتح موسى بن نصير لمراكش، مع أن هذه المدينة شيدها يوسف بن تاشفين سلطان المرابطين سنة ٤٥٥ هـ، وابن قتيبة توفى سنة (٢٧٦ هـ) » (المعارف: المقدمه: ص80)

ترجمہ: " باقی رہی یہ بات کہ کتاب "الامامت والسیاست" جو ابن قتیبہ کی طرف منسوب ہے وہ ہرگز اس کی تصنیف نہیں۔اور اس بارے میں کہ یہ اس کی تصنیف نہیں بہت سے دلائل ہیں۔

1: جن لوگوں نے ابن قتیبہ کے حالات لکھے، انہوں نے اس کی تصنیفات میں اس کتاب کا ذکر تک نہیں کیا۔

2: کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا مصنف دمشق کا رہنے والا تھا، حالانکہ ابن قتیبہ بغداد میں رہائش پذیر تھا اور یہاں سے وہ دینور کے علاوہ کسی اور شہر میں ہرگز نہیں گیا۔
3: کتاب میں ابو لیلیٰ کی روایات درج ہیں۔ ابو لیلیٰ 148 ھجری میں کوفہ کا قاضی تھا یعنی ابن قتیبہ کی پیدائش سے 65 سال قبل۔
4: کتاب کے مصنف نے اندلس کی فتح کا واقعہ ایک عورت کی زبانی بیان کیا ہے جو اس واقعہ میں موجود تھی، اور فتح اندلس 120 سال قبل پیدائشِ ابن قتیبہ ہوئی تھی۔
5: اس کتاب کے مؤلف نے مراکش کی فتح موسی بن نظیر کے حوالے سے بیان کی ہے۔ حالانکہ مراکش کو یوسف بن تاشفین نے 455 ھجری میں آباد کیا تھا اور ابن قتیبہ کا انتقال 276 ھجری میں ہوچکا تھا۔"

یہ وہ پانچ مضبوط دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب بہت بعد میں کسی نے گھڑ کر ابن قتیبہ کی طرف منسوب کر دی۔ صاحب مقدمۃ المعارف نے پانچ مضبوط دلائل سے اس امر کی تردید کی ہے کہ اس کتاب کا مصنف مسلم بن قتیبہ نہیں۔ اب مسلم بن قتیبہ کو اہل سنت کا عالم کہہ کر پھر "الامامۃ والسیاسۃ" کو اس کی تصنیف کہنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ باقی میں روافض کی طرف سے دیئے جانے والے حوالہ جات کہ یہ دیکھو فلاں نے الامامہ والسیاسیہ کو ابن قتیبہ کی تصنیف قرار دیا ہے ان پر مختصر سا تبصرہ کرنا چاہتا ہوں اس معاملے میں بھی شیعوں نے حوالہ دینے میں اپنی دیرینہ عادت کے مطابق چالبازی اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ شیعوں نے الامامہ والسیاسہ کو ابن قتیبہ کی کتاب ثابت کرنے کیلئے دنیا جہان کی کتب فہرست کھنگالی ہوں گی کہ کوئی ایک ایسا مصنف مل جائے جس نے ابن قتیبہ کی فہرست کتب میں الامامہ والسیاسہ کو شامل کیا ہو لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑھ رہا ہے کہ کتب فہرست کی ہزاروں کی تعداد میں سے بیچاروں نے تین حوالے دیئے وہ بھی کس حثیت کے ہیں میں ان کتب کی پوری عبارات نقل کرکے اس کی حقیقت کو واضح کرتا ہوں۔
سب سے پہلے جس کتاب کا حوالہ شیعوں نے دیا ہے وہ قاضی ابی بکر ابن العربی کی کتاب ہے یہ امام غزالی کے شاگرد اور ہم عصر ہیں۔ ان کی کتاب "العواصم من القواصم" ہے۔ میں من عن پوری عبارت نقل کرتا ہوں تاکہ ہر بندہ انصاف سے کام لے حالانکہ شیعوں نے بطور حوالہ دو الفاظ پیش کیے ہوئے ہیں۔

شیعوں کی پہلی دلیل اور اسکا رد:

«إنما ذكرت لكم هذا لتحترزوا من الخلق، وخاصة من المفسرين، والمؤرخين، وأهل الآداب، فإنهم أهل جهالة بحرمات الدين، أو على بدعة مصرين، فلا تبالوا بما رووا، ولا تقبلوا رواية إلا عن أئمة الحديث، ولا تسمعوا لمؤرخ كلاما إلا للطبري، وغير ذلك هو الموت الأحمر، والداء الأكبر، فإنهم ينشئون أحاديث

استحقار الصحابة والسلف، والاستخفاف بهم، واختراع الاسترسال في الأقوال والأفعال عنهم، وخروج مقاصدهم عن الدين إلى الدنيا، وعن الحق إلى الهوى، فإذا قاطعتهم أهل الباطل واقتصرتم على رواية العدول، سلمتم من هذه الحبائل، ولم تطووا كشحا على هذه الغوائل. ومن أشد شيء على الناس اهل عاقل، أو مبتدع محتال. فأما الجاهل فهو ابن قتيبة، فلم يبق ولم يذر للصحابة رسما في كتاب الإمامة والسياسية إن صح عنه جميع ما فيه » (العواصم من القواصم: 261)

ترجمہ: " یہ باتیں میں نے اس لیے بیان کی ہیں کہ تم غیر معتبر لوگوں سے پرہیز کرو۔خاص طور پر مفسرین، مؤرخین اور ادیب لوگوں سے یہ لوگ دین کی حرمت سے بالکل جاہل ہیں اور یا پھر بدعات پر اصرار کرتے ہیں تو تم انکی روایات کی پرواہ نہ کرو اور آئمہ حدیث کی روایت کے سوا اور کوئی بات تسلیم نہ کرو اور مؤرخین میں سے طبری کے علاوہ کوئی قابل اعتماد نہیں۔ کیونکہ وہ صرف خالص موت اور سب سے بڑی بیماری ہیں وہ ایسی روایات بنا لاتے ہیں جن سے صحابہ اور سلف صالحین کی توہین و تذلیل ہو، اور انکی طرف ایسے اقوال و افعال منسوب کرتے ہیں جن کی کوئی سند نہیں ہوتی اور بتاتے ہیں صحابہ دین چھوڑ کر دنیا کی طرف مائل ہو گئے حق کو چھوڑ کر خواہشات کی پیروی کرنے لگے۔ جب تم اہل باطل سے مقاطعہ کرو گے اور عادل راویوں پر اکتفاء کرو گے تو اس شیطانی جال سے محفوظ رہو گے سو تم اس طرف توجہ بھی نہ کرواور سب سے زیادہ لوگوں کو نقصان پہنچانے والا جاہل عقلمند ہے یا پھر بدعتی حیلہ ساز، جاہل تو ابن قتیبہ ہے۔ اس نے اپنی کتاب "الامامت والسیاست" میں کوئی احترام ملحوظ نہیں رکھا بشرطیکہ اس کے تمام مندرجات ابن قتیبہ ہی کے ہوں۔"

یہاں پر ابن العربی نے عوام الناس کو جاہل خطیبوں اور مؤرخوں سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے یہ کہا کہ ابن قتیبہ کی کتاب "الامامت والسیاست" میں صحابہ کے بارے میں بہت لغو و جہالت بھری موضوعہ و مکذوبہ روایات نقل کی گئیں ہیں پھر اس کے بعد ابن العربی نے یہ بھی فرمایا: "إن صح عنہ جمیع ما فیہ" بشرطیکہ اس کتاب کے مندرجات سارے ابن قتیبہ کے ہی ہوں۔۔ یعنی ابن العربی نے بھی یقینی طور نہیں کہا کہ یہ کتاب ابن قتیبہ نے لکھی ہے۔ ایک مصنف خود جس کو یقین ہی نہیں ہے کہ یہ کتاب جس کی طرف منسوب ہے اس نے لکھی بھی ہے یا نہیں۔ اس کتاب کی نسبت ابن قتیبہ کی طرف ابن العربی کی نظر میں بھی مشکوک ہے۔ تو پھر ابن العربی کی عبارت کو بطور حوالہ پیش کرنا کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے۔ یہ رافضیوں کی دیرینہ عادت ہے کہ اس طرح کی عبارات سے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ عوام الناس میں

سے کس نے عربی کی کتب دیکھنی ہیں۔ اگر ان رافضیوں کے دھوکے بازیوں کو مجتمع کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ ایک عالم کی وہ عبارت جس پر لکھنے والے کو خود یقین نہیں کہ یہ صحیح ہے یا نہیں ایسی عبارت کو دلیل بنا لینا کہاں کا انصاف ہے۔ ایسی بے یقینی عبارتوں پر اپنے عقائد کی بنیاد رکھنے والے مذہب کی کیا حقیقت ہو گی ہر دانشمند بندہ خوب سمجھ سکتا ہے۔

رافضیوں کی دوسری اور تیسری دلیل اور اسکا رد

الامامت والسیاست کو سنیوں کے کھاتے میں خود ہی ڈال کر پھر اس کے معتبر ہونے کے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے روافض دو اور کتب کے بھی حوالے دیتے ہیں۔ جس میں خیر الدین الزرکلی کی تصنیف "الأعلام" ہے۔ اس کتاب میں زرکلی نے ابن قتیبہ کے ترجمے میں الامامہ والسیاسہ کو ابن قتیبہ کی کتب میں شامل کیا ہے لیکن شیعوں کو الامامہ والسیاسہ کے نام کے ساتھ لکھی ہوئی عبارت نظر نہیں آئی وہ عبارت یہ ہے۔ "وللعلماء نظر في نسبته إليه" یعنی "اس کی ابن قتیبہ کی طرف نسبت میں علماء کو شک ہے." ایک تو زرکلی نے بھی اس کو یقینی طور پر ابن قتیبہ کی کتاب نہیں لکھا کیونکہ یہ عبارت اسکی اور کسی کتاب کے ساتھ نہیں لکھی صرف الامامت والسیاسہ کے ساتھ لکھی یہ بھی غیر یقینی مصنف کی بات کو انہوں نے اپنی دلیل کے طور پر پیش کر دیا۔ اس سب کے علاوہ زرکلی کی کتاب «الاعلام» اور عمر رضا کحالہ کی تصنیف "معجم المؤلفین" زرکلی 25 جون 1893 میں لبنان میں پیدا ہوا پھر یہ سعودی حکومت کی طرف سے یورپ میں بطور سفیر بھی کام کرتا رہا اور اس کی وفات 1976 کی ہے۔ اس کے عقائد کے بارے میں مجھے کوئی خاص معلومات نہیں مل سکیں لیکن سعودیہ میں عقائد کے حوالے سے جو تنگ نظری پائی جاتی ہے۔ اس کا اندازہ سب احباب کو ضرور ہو گا۔ کیو کہ وہاں جب تک وہابیوں والے عقائد نظریات نہ اپنائے جائیں اس وقت تک سعودیہ میں اس طرح کے سرکاری عہدے ملنا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہیں۔ خاص کر اس دور میں جب یہ سفیر تھا۔ تو قیاس یہی کہتا ہے کہ یہ عقائد و نظریات کے حوالے سے وہابی المذهب ہو گا۔ اور اس کی کتاب ہم اہلسنت کے ہاں معتبر کیسے ہو سکتی ہے۔ باقی ابن قتیبہ کی وفات 276 ہجری میں ہے۔ یعنی 276 ھ سے لے کر 1976ء تک بے شمار علماء گزرے لیکن کسی ایک نے بھی یقینی طور پر الامامہ ولسیاسہ کو ابن قتیبہ کی کتب کی فہرست میں شامل نہیں کیا تو یہ زرکلی کس ثبوت کی بنا پر اس کو قتیبہ کے کھاتے میں ڈال رہا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جس یہ معلوم ہوتا ہے کہ زرکلی نے بھی مؤرخین کی عادت کے مطابق اس کتاب میں سنی سنائی باتوں کی بنا پر الامامہ والسیاسہ کو ابن قتیبہ کی فہرست میں شامل کر دیا اور ساتھ میں اس نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ علماء کو اس کتاب کی ابن قتیبہ کی نسبت میں شک ہے۔ باقی رہی بات "معجم المؤلفین" کے مصنف عمر رضا کحّالہ کی تو اس کا حال بھی زرکلی سے جدا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی پیدائش 1905 میں اور وفات 1987 میں ہے اس کیلئے ہم یہی کہیں گے کہ ابن قتبہ کے بعد تقریبا 1100 سال کے عرصے تک کسی کو پتہ نہیں چلا کہ

الامامہ والسیاسہ ابن قتیبہ کی کتاب ہے تو ان بیسویں صدی کے علماء کو کہاں سے اور کون سے ذرائع سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب ابن قتیبہ نے لکھی ہے۔ اور شیعہ حضرات صاحبان سے گزارش ہے کہ کحالہ اور زرکلی ہمارے لیے حجت نہیں اور نہ ہی ہمارے ہاں ان کو معتبر سمجھا جاتا ہے خصوصا تب جب اس بات پر جس پر پچھلے 1100 سالہ اسلامی تاریخ میں کوئی ایک بھی یقینی ثبوت نہ ملے۔ اس لیے تم لوگ صرف اتنا کر سکتے ہو کہ، جھوٹ اتنا بولو اتنا بولو کہ وہ لوگوں کو سچ لگنے لگے۔ ان دو مصنفین کے عقائد و نظریات کیا ہیں۔ اور انہوں نے کن ذرائع سے معلومات حاصل کر کے الامامہ والسیاسہ کو ابن قتیبہ کے کھاتے میں ڈالا ہے۔ خدا ہی جانے۔ بہرحال ان مصنفین کا ہمارے ہاں کوئی مقام و مرتبہ نہیں اور نہ ہی انکی لکھی ہوئی عبارات کا ثبوت۔۔ کے ان کے ذرائع کون سے ہیں۔ اس لئے ان کو ہمارے سامنے بطور حجت یا دلیل پیش کرنا انتہائی کم عقلی اور جہالت کے سوا کچھ بھی نہیں

ابن قتیبہ کی اپنی شخصیت بھی اہلسنت کے ہاں معتبر نہیں کیونکہ اس کتاب میں بعض وہ تحریرات ہیں جو کوئی بد عقیدہ سے بد عقیدہ شخص بھی ان کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اس نے اپنی کتب میں صحابہ پر بہت زیادہ زبان درازی کی ہے اور تو اور اس خبیث نے آقا کریم ﷺ کے آباء و اجداد پر بھی طعن کرنے سے گریز نہیں کیا۔ اس طرح کے گستاخ صفت انسان کو اہلسنت کے کھاتے میں ڈالنا جس کی عبارات کا اہلسنت کے نظریات سے دور کا بھی تعلق نہیں اس کو اہل سنت کے ہاں معتبر قرار دینا سراسر نا انصافی ہے۔ ہم اس کی بعض عبارات نقل کریں گے تاکہ لوگ ابن قتیبہ کی حقیقت سے بھی آگاہ ہو جائیں۔

ابو حسین احمد بن فارس اپنی تصنیف "الصاحبی" میں ابن قتیبہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ:

« وابن قتيبة يطلق إطلاقات منكرة ويروي أشياء شنعة. كالذي رواه عن الشعبي أن أبا بكر وعمر وعليا توفوا ولم يجمعوا القرآن. قال: وروى شريك عن إسماعيل بن أبي خالد قال: سمعت الشعبي يقول ويحلف بالله: لقد دخل علي حفرته وما حفظ القرآن وهذا كلام شنع جدا » (الصاحبی لابن الفارس: 151)

ترجمہ: "ابن قتیبہ کی منکر باتیں اور میری نا پسند باتیں درج کرتا ہے۔ مثلاً اس نے شعبی سے ایک روایت نقل کی ہے۔ کہ ابو بکر و عمر اور علی المرتضے رضی اللہ عنہم فوت ہو گئے لیکن قرآن جمع نہ کر سکے۔ اور علی المرتضی رضی اللہ عنہ قبر میں پہنچ گئے لیکن قرآن حفظ نہ کر سکے۔ یہ کس قدر قبیح کلام ہے۔"

« كان « الخطاب بن نفيل » من رجال: « قريش » . وأمه: امرأة من « فهم » ، وكانت تحت « نفيل » ، فتزوجها « عمرو بن نفيل » بعد أبيه، فولدت له: زيدا. فأمه: أم الخطاب » (المعارف لابن قتيبہ: 179/1)

ترجمہ: "خطاب بن نفیل ایک قریشی آدمی تھا۔ اور اس کی ماں فہم قبیلہ سے تھی۔ اور نفیل کے نکاح میں تھی۔ نفیل کے انتقال کے بعد عمر بن نفیل نے (یعنی بیٹے نے ماں سے) سے شادی کر لی۔ پھر اس سے "زید" پیدا ہوا۔"

سیدنا عمر بن الخطاب کے نسب میں کس طرح کی غلیظ ذہنیت استعمال کی گئی ہے ایسی کتاب کے مصنف کو سنی کہہ کر پھر اسکو اہل سنت کے ہاں معتبر قرار دینا جہالت نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ ایسے شخص کو شیعہ تو کہا جا سکتا ہے لیکن سنی نہیں۔

« كانت « برة بنت مر » ، أخت: تميم بن مر ، تحت: خزيمة ابن مدركة بن الياس بن مضر ، فخلف عليها ابنه: كنانة بن خزيمة ، فولدت له: النضر بن «كنانة ،
(المعارف لاب قتيبه: 112/1)

ترجمہ: "تیم بن مرّ کی بہن برّہ بنت مرّ کی شادی خزیمہ ابن ۔درکہ کے ساتھ ہوئی۔ جب خزیمہ کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے نے اس سے یعنی (اپنی والدہ) سے شادی کر لی، تو اسسے نفر میں کنانہ پیدا ہوا۔

« وكانت « واقدة » من: بني مازن بن صعصعة ، عند: عبد مناف ، فولدت له: نوفلا ، و أبا عمرو . فهلك عنها ، وخلف عليها: ابنه: هاشم ابن عبد مناف »
(المعارف لابن قتيبه: 112/1)

ترجمہ: "واقدہ نامی عورت قبیلہ بنی مازن سے تھیں، اور حضور ﷺ کے پردادا عبد مناف کا انتقال ہو گیا تو ان کے بیٹے ہاشم نے ان سے شادی کر لی (یعنی بیٹے نے ماں سے شادی کر لی)۔"

اب ان دونوں عبارتوں میں سید عالم ﷺ کے نسب پر زبان درازی کی گئی ہے۔ یہ کسی سنی تو کیا کسی کمزور ترین امتی سے بھی اس توہین کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ حضرات صحابہ کرام کی شان میں بکواس کرنا تو کتب شیعہ میں بھرپور طریقہ سے موجود ہے۔ اگر ابن قتیبہ کی تحریرات یہیں رک جائیں تو ہم اسے شیعہ کہہ دیتے لیکن اس خبیث التحریر اور گندی زبان والے نے جن کا کلمہ پڑھا ان کے آباء و اجداد کو بھی معاف نہ کیا۔ اور کمال ڈھٹائی اور بے حیائی سے بِلا سند اور بے اصل روایات کا سہارا لیا ہم اسے کس طرح تسلیم کریں۔ جب اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے آباء و اجداد سیدنا آدم تا سیدنا عبد اللہ تمام طیب و طاہر ہیں، « جواہر لبحار » میں علامہ یوسف نبہانی، « مواہب الدنیہ » میں امام قسطلانی اور مختلف تصانیف میں علامہ سیوطی نے اس کی خوب وضاحت فرمائی ہے صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

و أن » الله استخلص رسوله - صلى الله عليه وسلم - من أطيب المناكح ، وحماه من دنس الفواحش ، ونقله من أصلاب طاهرة إلى أرحام منزهة ، وقد قال ابن

عباس في تأويل قول الله {وتقلبك في الساجدين} [الشعراء: ٢١٩] أي: تقلبك من أصلاب طاهرة من أب بعد أب إلى أن جعلك «نبيا (الحاوی للفتاوی: 267/2)

ترجمہ: " اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو باہمی نکاح میں خاص مقام عطا فرمایا۔ اور آپکو طاہر مردوں سے پاکیزہ عورتوں کی طرف مختلف پشتوں سے منتقل فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی کے ارشاد {وتقلبک فی الساجدین} کے معنی یہ بیان کیے کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب ﷺ کو حضرت آدم سے حضرت عبد اللہ تک پاک و طاہر پشتوں سے منتقل کیا اور آپ تشریف لائے تو پیغمبر بن کر آئے۔"

یہ ہے اہلسنت کا عقیدہ نسب رسول ﷺ کے متعلق اب رافضیوں کے کہنے پر اور بغیر ثبوت کے گستاخوں کو ہمارے علماء میں شامل کر کے اہلسنت کے نظریات کو مسخ اور عوام الناس کو دھوکے کے ساتھ اہلسنت سے متنفر کرنے کی یہ مذموم سازش ہے۔ اب ذرا ابن قتیبہ کی عبارات جن علماء تک پہنچیں انہوں نے اس کے بارے میں کیا کہا ملاحظہ فرمائیں:

« ورأيت في مرآة الزمان أن الدارقطني قال كان ابن قتيبة يميل إلى التشبيه منحرف عن العترة وكلامه يدل عليه وقال البيهقي كان يرى رأي الكرامية..... وذكر المسعودي في المروج أن ابن قتيبة استمد في كتبه من أبي حنيفة الدينوري...... وسمعت شيخي العراقي يقول كان ابن قتيبة كثير الغلط » (لسان الميزان: 357، 3/359,358)

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

ترجمہ: "مراۃ الزمان میں میں نے دیکھا، کہ ابن قتیبہ کے بارے میں دار قطنی کا کہنا ہے۔ کہ اس کا شیعیت کی طرف میلان تھا۔ اور اہلبیت سے منحرف تھا۔ اس پر اسکا کلام دلالت کرتا ہے بیہقی نے اسے کرامیہ کہا۔۔ مروج الذہب میں مسعودی نے کہا۔ کہ اس نے اپنی کتابوں میں ابو حنیفہ دینوری کے مضامین سے مدد لی..... میں نے اپنے شیخ عراقی سے سنا کہ ابن قتیبہ کثیر الغلط تھا۔"

« وغير ابن الأنباري وأبي الطيب نجد: الحاكم أبا عبد الله محمد النيسابوري ٤٠٥ (هـ) الذي يقول: « أجمعت الأمة على أن القتيبي كذاب » .

كما نجد « ابن تغريبردي » « ٢ » يروى ٨٧٤ (هـ) « وكان ابن قتيبة خبيث اللسان يقع في حق كبار العلماء » (مقدمة التحقيق للمعارف: ص ٨٥)

ترجمہ: "ابن انباری اور ابو الطیب کے علاوہ حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری نے کہا کہ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قتیبی (ابن قتیبہ) پرلے درجے کا جھوٹا شخص ہے۔ اسی طرح ابن تغریبردی نے کہا۔ کہ ابن قتیبہ گندی اور ناپاک زبان والا تھا۔ بڑے بڑے اکابر علماء کو بھی اسنے اپنی زبان کے خبث سے معاف نہ کیا۔"

لمحہ فکریہ:

اب قتیبہ کی سیرت اور اسکی تحریر کے بارے میں ہم نے ایک دو حوالہ جات سے روشنی ڈالی اس پر ایک تشیع ہونے کا فتوی، اہلبیت سے منحرف ہونے کا الزام، کرامیہ عقائد پر قائم اور ابو حنیفہ دینوری جیسے کٹر امامی شیعہ کی کتابوں سے استفادہ کرنے والا، غلطیوں کا پیکر، تمام علماء کے ہاں متفقہ طور پر کذاب، خبیث اللسان، حضرات صحابہ کرام پر گند اچھالنے والا اور حضور سرور کائینات ﷺ کے آباؤ اجداد پر بہتان لگا کر حضور ﷺ کو ناراض کرنے والا اور اس کے باوجود کوئی گندی نالی کا کیڑا غلیظ زبان والا رافضی اس کو سنی کہہ دے اور ہم مان لیں۔ واہ نقوی! ابھی تک اتنی بھی اندھیر نگری نہیں ہے۔ ؟ نقوی صاحب تمھاری آنکھیں ان عبارات سے بند تھیں۔؟ جو بڑی بے حیائی کے ساتھ اس خبیث اللسان کی پیروی کرتے "ہوئے خباثت لسانی کا مظاہرہ کیا گیا، اور کذاب ابن قتیبہ کے نقش قدم پر چل کر نقوی نے بھی کذب بیانی کی تمام حدود کو پار کر لیا۔

4:- الملل والنحل:

اس کتاب کا مصنف ابو الفتح محمد بن عبد الکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی ہے۔ مسئلہ سمجھنے کیلئے کتاب کا مختصر سا تعارف ضروری ہے۔ اگر قارئین کو مصنف کے کتاب لکھنے کا مقصد اور منہج سمجھ میں آگیا تو یہ اعتراض ویسے ہی باطل ٹھہرے گا باقی کسی قسم کی بحث کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ لیکن ہم پھر بھی تفصیلی بحث کریں گے تاکہ کس کو کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔

اس کتاب میں شہرستانی نے اسلامی فرقوں اور دیگر مذاہب کی تاریخ قدرے تفصیلاً بیان کی ہے۔ مصنف نے اختلافات کے اسباب، نئے فرقوں کے بانی، اور پھر انکے گرہوں کے عقائد و نظریات اصول و فروع بیان کیے ہیں۔ مثلاً ایک فرقے کا ذکر اسطرح کیا کہ اس فرقے کا نام اس کے عقائد و نظریات کی بنیاد رکھنے والے کا نام اور اس کی پیروی کرنے والے گروہ کے عقائد و نظریات اور انکی تاریخ بیان کی ہے۔

اور جو اس کتاب کے حوالے سے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچائی یا انکے گھر کے دروازے کو آگ لگائی گئی۔ یہ واقعہ مکذوبہ بھی شہرستانی نے ایک باطل فرقہ کے عقائد و نظریات نقل کرتے ہوئے اس کے ضمن میں یہ واقعہ بھی بطور انکے نظریے کے نقل کیا نہ کہ اپنے طور پر بطور تاریخی واقعہ یا روایت نقل کی۔ اس لیے اب مصنف ایک فرقے کا حالات نقل کر رہا ہے ان کے عقائد و نظریات کو نقل کر رہا ہے اور کوئی آ کے کہے کہ یہ دیکھو کتاب میں کیا لکھا ہے۔ اسے بطور دلیل کوئی پیش کرے تو اسے کون پاگل نہیں سمجھے گا۔ ہم ابھی الملل والنحل کی پوری عبارت ذکر کریں گے جس سے قارئین کو ان شاء اللہ مسئلہ سمجھ آ جائے گا۔ مصنف نے معتزلہ فرقے کی ایک شاخ «النظامیہ» کے عنوان سے ایک فرقے کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

« أصحاب إبراهيم بن يسار بن هانئ النظام ١، قد طالع كثيرا من كتب الفلاسفة وخلط كلامهم بكلام المعتزلة، وانفرد عن أصحابه بمسائل »

ترجمہ: (النظامیہ) " ابراہیم بن یسار بن ہانی النظام کا گروہ ہے۔ اس نے فلاسفہ کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا اور انکے کلام کو معتزلہ کے کلام کے ساتھ خلط ملط کر دیا یہ اپنے اصحاب (معتزلہ) سے جن مسائل میں منفرد و مختلف ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔"

یہاں سے شہرستانی نے النظامیہ کے عنوان سے اس باطل فرقے کا ذکر کیا اور اب آگے جو اس فرقے کا معتزلہ کے ساتھ جو اختلاف تھا اس کو بیان کرتا ہے کتاب میں مصنف نے تیرہ (13) مسائل نقل کیے جن میں نظامیہ فرقے نے معتزلہ سے اختلاف کیا ان مصنف کے بیان کردہ تیرہ مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے جس کو نقوی صاحب نے ہمارے سامنے بطور حوالہ پیش کیا اس بات سے ہی بندہ نقوی صاحب سے پوچھے کہ مصنف نے یہ واقعہ ایک باطل فرقے معتزلہ کی باطل شاخ النظامیہ کے عقائد میں لکھا ہے کہ یہ اس باطل فرقے کا عقیدہ ہے اس کو آپ ہمارے سامنے بطور دلیل کیسے پیش کر سکتے ہو۔ خدا کی قسم ان جاہلوں دھوکے بازوں نے جھوٹ و فریب کی بھی انتہا کر دی۔ اگر قیامت کے روز سب کے جھوٹوں کا الگ الگ وزن کیا گیا تو میں دعوے سے کہ سکتا ہوں اس دن شیعوں کا پہلا نمبر ہو گا۔ انہی تیرہ مسائل میں سے گیارہویں مسئلہ میں اس واقعہ کو شہرستانی نے نقل کیا ہم اس کی عبارت من و عن نقل کرتے ہیں تاکہ مصنف کے نقل کردہ واقعہ کا مقصد قارئین کو سمجھ آ سکے۔

الحادية» عشرة: ميله إلى الرفض، ووقيعته في كبار الصحابة. قال: أولا: لا إمامة إلا بالنص والتعيين ظاهرا مكشوفا، وقد نص النبي عليه الصلاة والسلام على علي رضي الله عنه في مواضع، وأظهره إظهارا لم يشتبه على الجماعة، إلا أن عمر كتم ذلك، وهو الذي تولى بيعة أبي بكر يوم السقيفة، ونسبه إلى الشك يوم الحديبية في سؤاله الرسول عليه السلام حين قال: ألسنا على الحق؟ أليسوا على الباطل؟ قال: نعم، قال عمر فلم نعطى الدنية في ديننا؟ قال: هذا شك وتردد في الدين، ووجدان حرج في النفس مما قضى وحكم . وزاد في الفرية فقال: إن عمر ضرب بطن فاطمة يوم البيعة حتى ألقت الجنين من بطنها، وكان يصيح: أحرقوا دارها بمن فيها، وما كان في الدار غير علي وفاطمة والحسن والحسين. وقال: تغريبه نصر بن الحجاج من المدينة إلى البصرة، وإبداعه التراويح، ونهيه عن متعة الحج، ومصادرته العمال، كل ذلك أحداث . . . . . . وقد أنكر الجن رأسا، إلى غير ذلك من الوقيعة الفاحشة في الصحابة رضي الله عنهم أجمعين. » (الملل والنحل: 57/1)

ترجمہ: "گیارواں (مسئلہ یہ ہے) (نظام) کا میلان رفض (شیعیت) کی جانب تھا اور کبار صحابہ کی شان میں اس نے گستاخیاں کی ہیں اس نے پہلے کہا کہ: "امامت کا (انعقاد) صرف نص و تعین سے ہوتا ہے۔ (اور یہ نص) ظاہر کھلی ہوئی (واضح) ہوتی ہے۔ نبی پاک ﷺ نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ پر متعدد مواقع پر (امامت کی) نص کی تھی۔ اور اسے اس انداز سے ظاہر کیا تھا جو جماعت (مسلمین) پر مشتبہ و مشکوک نہیں تھا۔ مگر عمر نے اس کو چھپایا اور یہ وہی تھے جنہوں نے سقیفہ میں ابو بکر کی بیعت کا انصرام کیا تھا"۔ (نظام نے) (حضرت عمر) کی جانب اس بناء پر شک کی نسبت کی ہے کہ انہوں نے (صلح) حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ "کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور کیا (کفار قریش) باطل پر نہیں ہیں؟" (رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا: "ہاں" (ہم حق پر ہیں اور کفار قریش بر سر باطل ہیں) اس پر (حضرت عمر) نے کہا: تو پھر ہم اپنے دین میں کیوں ذلت گوارا کریں؟" (نظام کا) خیال ہے کہ (حضرت عمر کا یہ سوال) دین میں شک و تردد ہے اور (رسول اللہ ﷺ نے جو) فیصلہ کر دیا اس کے بارے میں (حضرت عمر کے) نفس میں جرح کا پایا جانا ہے۔ (نظام نے) مزید افتراء پردازی یہ کی کہ (حضرت عمر) نے (حضرت ابو بکر) کی بیعت کے روز (حضرت) فاطمہ کے پیٹ پر مارا جس سے انکا حمل ساقط ہو گیا اور (حضرت عمر) چلا کر کہہ رہے تھے کہ: "ان کے گھر کو گھر والوں سمیت جلا دو!" حالانکہ اس وقت گھر میں حضرات) علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے سوا کوئی نہ تھا۔ (نظام مردود نے) یہ بھی کہا کہ (حضرت عمر نے) جو نصر بن حجاج کو مدینہ سے بصرہ جلا وطن کر دیا، تراویح کی بدعت جاری کی، حج تمتع سے لوگوں کو منع کر دیا اور اپنے اعمال پر جرمانے کئے تو یہ ساری باتیں (دین میں) نئی باتیں تھیں۔...... اور اس نے جنات کے (وجود سے) یکسر انکار کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں اس نے گستاخیاں کی ہیں۔"

نظام کے عقائد مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں:

1: فرقہ نظامیہ ابراہیم بن یسار بن ہانی النظام کا پیرو ہے۔
2: نظام کا رفض (شیعیت) کی طرف میلان تھا۔
3: نظام کبار صحابہ کرام کی شان گستاخیاں کرتا تھا۔
4: نظام ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے کہا کہ امامت کا انعقاد نص و تعین سے ہوتا ہے۔
5: نبی پاک ﷺ نے کئی مواقع پر امامت علی کی نص فرمائی تھی۔
6: باقی سارے طعن اس نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر کیے

ایک تو یہ واضح ہوا کہ واقعہ مکذوبہ (احراق) شہرستانی نے بطور تاریخ یا بطور روایت نقل نہیں کیا بلکہ ایک باطل فرقہ کی عقائد و نظریات کی فہرست میں اس کو نقل کیا ہے۔ لیکن شیعوں نے اسے دیرینہ عادت کے مطابق اس کو بطور حوالہ پیش کر کے دھوکے بازی کی بھی انتہاء کر دی۔ لیکن رفض

کے ہاں کوئی حد نہیں ہوتی۔ دوسری طرف اوپر مذکورہ 6 نظریات جو نظام کے تھے وہ سارے نظریات آج شیعوں میں موجود ہیں۔ تو اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نظامیہ فرقہ شیعوں والے عقائد و نظریات کا حامل تھا جنکے عقائد و نظریات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس واقعہ کو بھی انکے عقائد کے طور پر نقل کیا۔ اب کوئی مصنف شیعوں کی تاریخ پہ کوئی کتاب لکھے اور اس میں انکے عقائد باطلہ کا ذکر کرے کہ ان کے فلاں فلاں عقائد ہیں تو یہ شیعہ اسی کتاب کو دلیل بنا کر پیش کر دیں گے کہ یہ دیکھو تمھاری کتابوں سے ہمارے نظریات ثابت ہو رہے ہیں ایسی جاہلانہ اور بیوقوفانہ دجل و فریب شیعوں کے سوا کسی اور سے توقع نہیں کی جا سکتی۔

اب ہم کتاب الملل والنحل کے مصنف شہرستانی کے مذہب و مسلک کے بارے میں سنی شیعہ کتب سے تحقیق کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ جس کو نقوی نے سنیوں کا امام بنا کر پیش کیا ہے نقوی کے اس دھوکے بازی کی حقیقت کیا ہے۔سب سے پہلے ہم شیعہ تصنیفات کی عبارات نقل کریں گے ملاحظہ کریں۔

« (الملل والنحل) لمحمد بن عبد الكريم الشهرستاني وترجمه الفارسيه، تنقيح الأدلة والعلل، المشهورتان . » (الذريعه الى تصانيف الشيعه: 220/22)

ترجمہ: "محمد بن عبد الکریم شہرستانی کی تصنیف "الملل والنحل" اور اسکا فارسی ترجمہ تنقیح الادلہ والعلل (مذہب شیعہ کی کتب کے طور پر) مشہور ہیں۔"

یہ عبارت شیعہ کتب فہرست میں سے مایہ ناز کتاب الذریعہ الی تصانیف الشیعہ کی ہے یعنی اس میں شیعہ تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف آقا بزرگ طہرانی شیعی نے کہ شہرستانی کی الملل والنحل اور اس کا فارسی ترجمہ تنقیح الادلہ والعلل بہت مشہور ہیں۔ اور جب اس کتاب میں شیعہ تصنیفات کا ذکر کیا گیا ہے تو پھر اس عبارت کا مطلب یہ ہو گا کہ کتاب الملل والنحل اور اسکا فارسی ترجمہ شیعہ کتابوں کے طور بہت مشہور ہیں۔ شیعوں کو اگر اپنی مختصر عبارت سے تسلی نہ ہوئی ہو تو تو شیخ عباس کی قمی شیعی کی تصنیف "الکنی والالقاب" کی تھوڑی مفصل عبارت پیش خدمت ہے۔

أبو » الفتح محمد بن عبدالكريم بن احمد المتكلم الفيلسوف الاشعري صاحب الكتاب الملل والنحل وهو كتاب مشهور و مما فيه ان الاثنى عشرية الذين قطعوا بموت موسى بن جعفر الكاظم وسموا قطعية و ساقوا الامامة بعده في اولاد فقالوا والامام بعد موسى ثم بعد علي الرضا و مشهده بطوس ثم بعده محمد التقي وهو مقابر قريش ثم بعده علي بن محمد التقى و مشهد بقم و بعده الحسن العسكري الزكي و بعده ابنه م ح م د القاسم المنتظر الذي هو بسر من رائى وهو الثاني عشر هذا هو طريق الاثنى عشرية انتهى .

و فيه من الخبط والجهل ما لا يخفى قال الحموى في معجم البلدان في حق هذا الرجل ما هذا االفظه ولو لا تخبط في الاعتقاد و ميله الى هذا الالحاد لكان هو الامام و كثيرا ما كنا نتعجب من وفور و فضله و كمال عقله كيف مال الى الشئ لا اصل له و اختارا امرا لا دليل عليه لا محقو لا ولا منقولا و نعوذ بالله من الخذلان والحرمان من نور الايمان وليس ذالك الا لاعراضه عن نور لشريعة واشتغاله بظلمات الفلسفة.

وقد كان يبيننا محاورات و مفاوضات فكان يبالغ في نصرة مذاهب الفلاسفة والذب عنهم وقد حضرت عدة مجالس من وعظه فلم يكن فيها قال الله ولا قال رسول الله ولا جواب من المسائل الشرعية » (الكنى والالقاب: ۲)۳۷۴/

ترجمہ: "ابو الفتح محمد بن عبد الکریم احمد ایک متکلم فلسفی اور اشعری عالم ہے۔ الملل والنحل کا مصنف ہے۔ جس کی ایک عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ اثنا عشری شیعہ وہ بھی ہیں جو موسیٰ بن جعفر کاظم کی موت پر یقین رکھتے ہیں انہیں قطیعہ کہا جاتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر کاظم کی وفات کے بعد امامت ان کی اولاد میں چلی آتی ہے چنانچہ ترتیب امامت یوں ہے، موسیٰ بن جعفر کے بعد امام جناب علی رضا ہوئے۔ جن کی جائے شہادت طوس میں ہے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد تقی ہیں جو قریش کے قبرستان میں مدفون ہیں انکے کے بعد انکے بیٹے علی بن محمد نقی ہیں۔ جن کی شہادت گاہ قم میں ہے۔ انکے بعد انکے بیٹے علی بن محمد بن محمد نقی ہیں۔ جنکی شہادت گاہ قم میں ہے۔ ان کے بعد حسن عسکری ان کے بعد ان کے بیٹے محمد القائم المنتظر ہیں۔ جو سر من رائے میں (چھپے ہوئے) ہیں۔ یہ بارویں امام ہیں۔ اثنا عشریہ کا یہی عقیدہ ہے۔

شہرستانی کی اس تحریر میں جو خبط اور بد حواسی ہے وہ بالکل ظاہر ہے معجم البلدان میں حموی کا کہنا ہے، کہ اگر یہ شخص اعتقادیات میں خبطی نہ ہوتا اور بے دینی کی طرف اس کا میلان نہ ہوتا تو امام وقت ہوتا، ہمیں بہت مرتبہ تعجب ہوتا ہے کہ اس قدر صاحب فضل و عقل کس طرح بے اصل باتوں اور بے دلیل امور کی طرف مائل ہو گیا۔ جن پر نہ کوی عقلی دلیل اور نہ ہی نقلی موجود ہے۔ ہم اللہ تعالی سے اس ذلت اور محرومی کی پناہ چاہتے ہیں۔ جو نورِ ایمان کے چھن جانے سے ہوتی ہے شہرستانی کا یہ سب کچھ ایسا اسلیے ہوا کہ اس نے نور شریعت سے منہ موڑ لیا تھا اور فلسفیانہ ظلمتوں میں مشغول و مصروف ہو چکا تھا۔

شہرستانی ہم سے محاورات و مفاضات بیان کرتا تھا۔ اور فلسفیوں کے نظریات و مذاہب کی مدد کیلئے بہت آگے بڑھ جایا کرتا تھا اور ان پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دینے میں دور نکل جاتا تھا۔ میں اس کی متعدد مجالس وعظ میں شریک ہوا کسی مجلس میں اس نے اللہ اور اس کے رسول کی کوئی بات نہ کی۔ اور نہ ہی کسی شرعی مسئلہ کا جواب دینا گوارہ کیا۔"

لمحہ فکریہ:

کتاب الملل والنحل کے حوالہ سے نقوی نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کا دشمن ثابت کیا، اور درہ مار کر ان کا ہونے والا بچہ شہید کرنے کا ڈرامہ پیش کیا۔ اور پھر یہ سب کچھ "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے حوالے سے کہا کہ یہ اہل سنت کی معتبر کتاب الملل والنحل میں منقول ہے۔ اب آپ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ یہ کتاب اور اس کا مصنف جس کو شیعہ (بحوالہ الذریعہ) اپنا آدمی کہتے ہیں۔ اور ھھر بے دین، خبطی اور فلسفی کا غلام بھی کہہ رہے ہیں اس کی کتاب کے حوالے سے تو سرے سے کوئی دلیل و حجت بن ہی نہیں سکتی۔ اگر نقوی وغیرہ اسے حجت قرار دیں تو ہمیں کیا نقصان، کیونکہ وہ جب ہے ہی تمہارا تو پھر تمہاری طرح ہی بڑ مارے گا۔ یہ تو خود شیعہ مصنفین نے اس کی حثیت بیان کی آیئے ایک دو حوالے اہل سنت کی کتب سے بھی پیش کیئے دیتے ہیں۔۔تاکہ معلوم ہوسکے کہ ہمارے سنی علماء الملل والنحل کے مصنف محمد بن عبد الکریم شہرستانی کے عقیدے کے بارے میں کیا لکھتے ہیں۔

«وَفِي تَارِيخ شَيخنَا الذَّهَبِيّ أَن ابْن السَّمْعَانِيّ ذكر أَنه كَانَ مُتَّهمًا بالميل إِلَى أهل القلاع يَعْنِي الإسماعيلية والدعوة إِلَيْهِم والنصرة لطاماتهم وَأَنه قَالَ فِي التجير إِنَّه مُتَّهم بالإلحاد والميل إِلَيْهِم غال فِي التَّشَيُّع» (طبقات الشافية الكبرى: 130/6)

ترجمہ: "شیخ ذہبی متوفی 734 ھ کی تاریخ میں تحریر ہے کہ ابن سمعانی نے شہرستانی کے متعلق ذکر کیا، کہ وہ فرقہ اسماعیلیہ کی طرف مائل تھا، (جو شیعہ ہے) اور انکے نظریات کی دعوت دیا کرتا تھا اور ان لوگوں کی مدد کرتا جو اسماعیلی ہوتے تھے۔ انہوں نے "التجیر" نامی کتاب میں کہا کہ شہرستانی بے دینی کی وجہ سے بدنام تھا اور بے دینوں کی طرف اس کا میلان تھا شیعیت میں بہت غالی تھا۔ (یعنی شیعوں کی بہ نسبت یہ متعصب اور پرلے درجے کا ضدی شیعہ تھا)۔"

«مَا يَنْقُلُهُ الشَّهْرَسْتَانِيُّ وَأَمْثَالُهُ مِنَ الْمُصَنِّفِينَ فِي الْمِلَلِ وَالنِّحَلِ، عَامَّتُهُ مِمَّا يَنْقُلُهُ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ، وَكَثِيرٌ مِنْ ذَلِكَ لَمْ يُحَرِّرْ فِيهِ أَقْوَالَ الْمَنْقُولِ عَنْهُمْ، وَلَمْ يُذْكَرِ الْإِسْنَادُ فِي عَامَّةِ مَا يَنْقُلُهُ، بَلْ هُوَ يَنْقُلُ مِنْ كُتُبِ مَنْ صَنَّفَ الْمَقَالَاتِ قَبْلَهُ، مِثْلِ أَبِي عِيسَى الْوَرَّاقِ وَهُوَ مِنَ الْمُصَنِّفِينَ لِلرَّافِضَةِ، الْمُتَّهَمِينَ...... فِي كَثِيرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ...... وَبِالْجُمْلَةِ فَالشَّهْرَسْتَانِيُّ يُظْهِرُ الْمَيْلَ إِلَى الشِّيعَةِ، إِمَّا بِبَاطِنِهِ وَإِمَّا مُدَاهَنَةً لَهُمْ، فَإِنَّ هَذَا الْكِتَابَ - كِتَابَ "الْمِلَلِ وَالنِّحَلِ" صَنَّفَهُ لِرَئِيسٍ مِنْ رُؤَسَائِهِمْ، وَكَانَتْ لَهُ وِلَايَةٌ دِيوَانِيَّةٌ. وَكَانَ لِلشَّهْرَسْتَانِيِّ مَقْصُودٌ فِي اسْتِعْطَافِهِ لَهُ. وَكَذَلِكَ ١) (صَنَّفَ لَهُ كِتَابَ "الْمُصَارَعَةِ"

بَيْنَهُ وَبَيْنَ ابْنِ سِينَا ٢)(لِمَيْلِهِ إِلَى التَّشَيُّعِ وَالْفَلْسَفَةِ. وَأَحْسَنُ أَحْوَالِهِ أَنْ يَكُونَ مِنَ الشِّيعَةِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْإِسْمَاعِيلِيَّةِ، أَعْنِي الْمُصَنِّفَ لَهُ. وَلِهَذَا تَحَامَلَ فِيهِ لِلشِّيعَةِ ٣)(تَحَامُلًا بَيِّنًا وَإِذَا كَانَ فِي غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ كُتُبِهِ يُبْطِلُ مَذْهَبَ الْإِمَامِيَّةِ، فَهَذَا يَدُلُّ عَلَى الْمُدَاهَنَةِ لَهُمْ فِي هَذَا الْكِتَابِ لِأَجْلِ مَنْ صَنَّفَهُ لَهُ»

(منهاج السنه: 6/301,307)

ترجمہ: "شہرستانی اور اس جیسے دوسرے مصنفین الملل والنحل میں جو ذکر کرتے ہیں۔ اس میں عام باتیں وہ ایک دوسرے سے نقل کرتے ہیں اور بہت سا حصہ بھی ہے کہ جس میں منقول عنہم کے اقوال نہیں لکھے اور نقل کرنے میں عام طور پر اسناد کو چھوڑ دیا بلکہ وہ اپنے سے پہلے مصنفین کی کتابوں سے نقل کرتا ہے۔ جیسا کہ ابو عیسی وراق جو کہ شیعہ مصنفین میں سے تھا۔ اور اپنی بہت سی تحریرات میں متہم تھا۔ اور ابو یحیٰی وغیرہ شیعہ مصنفین کے علاوہ زیدیہ کی کتابوں سے بھی نقل کرتا ہے۔ اور کچھ باتیں معتزلہ کی درج کیں جنہوں نے حضرات صحابہ کرام میں سے بہت سے صحابہ پر طعن کئے ہیں۔ مختصر یہ کہ شہرستانی کا شیعیت کی طرف میلان تھا اکی وجہ یا تو یہ تھی، کہ وہ حقیقت میں شیعہ تھا یا پھر ان کی خوشامد کرنے کی وجہ سے شیعہ بن گیا تھا اس نے الملل والنحل ایک رئیس کے حکم پر لکھی تھی۔ جو شیعہ تھا اور حکومت کا آدمی تھا۔ شہرستانی کا مقصد یہ تھا کہ کسی بہانے اس رئیس کا دل موہ لے کتاب المصارعہ بھی شہرستانی نے اسی کے کہنے پر لکھی۔ جو شہرستانی اور ابن سینا کے مابین کچھ باتوں پر مشتمل ہے۔ اس رئیس کا شیعیت کی طرف اور فلسفہ کی طرف میلان تھا۔ یہی وجہ ہے شہرستانی نے شیعیت کی طرفداری میں بہت کچھ برداشت کیا ہے۔ اگرچہ دوسری کتابوں میں مذہب امامیہ کی تردید بھی کرتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہرستانی کی شیعیت بطور خوشامد تھی۔"

قارئین کرام: یہاں دو کتب کے حوالے سے شہرستانی کے بارے میں یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ اس آدمی کی وجہ سے کہ جس کیلئے اس بد عقیدہ ازلی بد بخت نے یہ کتاب تصنیف کی وہ غالی شیعہ ہے۔ اور الملل والنحل کی تصنیف بھی ایک شیعہ وزیر کے حکم سے ہوئی۔ اسے خوش کرنے یا اپنے عقائد کے مطابق شہرستانی نے اس کتاب میں شیعت کا تذکرہ کیا اور بے سند روایات ذکر کرنے کا عادی ہوتے ہوئے محض وزیر کو خوش کرنے پر اپنا دین بیچ ڈالنے والا کب اس قابل ہو سکتا ہے کہ اس کی بے سر و پا باتوں کو حجت مانا جائے۔ اگر روایات کی اسناد بھی ذکر کرتا ہے۔ اور نقل کرنے میں بہت محتاط ہوتا تو بھی شیعہ ہونے کی وجہ سے ہم اہل سنت پر اس کی وہ عبارات جن میں شیعیت ٹپک رہی ہو قطعاً حجت نہیں بن سکتی۔ مختصر یہ کہ شہرستانی کے بارے میں اہلسنت اور اہل تشیع دونوں طرف کے علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ نامعتبر و نا مقبول ہے۔ ایسے کے حوالہ جات کس کام کے۔

5:- فرائد السمطین:

"فرائد السمطین" کے مصنف کا نام ابراہیم بن محمد حموینی ہے۔ نقوی نے اسے بھی سنی عالم دین کے طور پر پیش کیا حالانکہ یہ شخص "تقیہ باز" شیعہ ہے اور اس کی تصانیف ایسے حوالہ جات سے بھری پڑی ہیں۔ جو اہل تشیع کے ہاں مسلم ہیں۔ ہم اس کی چند عبارات پیش کریں گے جو شیعوں کے مسلمہ عقائد ہیں۔ ظاہر ہے جب کسی شخص کے عقائد و نظریات کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہو اور وہ اس دنیا میں بھی موجود نہ ہو تو اس کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے کہ اس کی تحاریر کا جائزہ لیا جائے کہ وہ کن عقائد و نظریات کی عکاسی کرتی ہیں اگر تو وہ سنی عقائد و نظریات کی عکاسی کریں اور پھر سنی علماء اس شخص کو عالم دین کے طور پر قبول بھی کریں تو ایسے شخص کو ضرور ہم سنی مانیں گے۔ لیکن اگر اسی شخص کی تحاریر شیعوں کے عقائد و نظریات کی ترجمانی کر رہی ہوں اور ساتھ میں شیعہ علماء اس کو شیعہ تسلیم بھی کریں تو اس کے باوجود اس کو سنی عالم دین اور اسکی کتاب کو سنی کتاب کے طور پر پیش کرنے جیسا کارنامہ صرف نقوی صاحب اور ان جیسے چھوٹے بڑے رافضی ہی سرانجام دے سکتے ہیں۔۔ پہلے ہم اس کی چند عبارات پیش کریں گے جو شیعوں کے مسلمہ عقائد کی ترجمانی کرتی ہیں۔

عقیدہ نمبر:1 شیعوں کے ہاں عقیدۂ توحید و رسالت کے بعد حضرت علی کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی وصیت فرمائی تھی۔ کہ میرے بعد میرے خلیفہ حضرت علی ہونگے۔ حالانکہ یہ نظریہ عقلاً، نقلاً درایتاً اور روایتاً بھی بالکل غلط ہے کیونکہ خلافتِ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے پہلے، دوران اور بعد میں کسی ایک شخص نے بھی بشمول قریش و خاندان اہلبیت یہ دعوی نہیں کیا کہ خلافت کے معاملے نبی پاک ﷺ نے مولا علی رضی اللہ کی خلافت کے بارے میں وصیت فرمائی تھی۔ حتیٰ کہ خود مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات کریمہ نے بھی اپنی ذات کے حوالے سے یہ دعوی نہیں کیا تھا کہ خلاف میرا حق ہے یا مجھے رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ یا امام بنایا تھا۔ اگر ہم اس کی تفصیل میں جائیں گے تو اپنے مضمون سے بہت دور نکل جائیں گے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ کیلئے وصیت کا عقیدہ اہل تشیع مذہب کی بنیاد ہے۔ یہ اس معاملے میں اس حد تک کہتے ہیں کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور حضرت علی رسول اکرم ﷺ کے وصی ہیں۔ اور جس طرح حضور ﷺ سید المرسلین ہیں اسی مولا علی رضی اللہ عنہ سید الوصیین ہیں۔ اور اسی عقیدے کی ترجمان روایت کو فرائد السمطین کے مصنف نے بھی ذکر کیا جس سے اس کی شیعیت یا کم سے کم شیعیت پسندی ضرور ظاہر ہوتی ہے۔ ہم فرائد السمطین مترجم سے اردو عبارت نقل کرتے ہیں۔

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کے دن میرے لئے منبر نصب کیا جائے گا تو مجھے کہا جائے گا آپ منبر پر تشریف فرما ہوں پس میں منبر پر بیٹھوں گا اور اس کے بعد منادی آواز دے گا کہ علی کہاں ہیں۔

«اِنَّ مُحَمَّدًا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اَنَّ عَلِیًّا سَیِّدُ الْوَصِیِّیْنَ »
یعنی بے شک محمد ﷺ مرسلین کے سید و سردار ہیں اور بے شک علی وصیوں کے سید و سردار ہیں۔"
(فرائد السمطین: 100)
اس روایت سے یہ صاف ہو گیا کہ یہ روایت شیعہ عقیدے کی ترجمانی کرتی ہے۔ اور اس کو ابراہیم بن محمد حموینی نے اپنی تصنیف فرائد السمطین میں نقل کیا ہے۔
لیکن مصنف صاحب بھی یہاں نہیں رکے انہوں نے بھی شیعوں والے پورے پورے عقیدے بیان کئے یہاں تو صرف مولا علی کو وصی کہا گیا آگے چل کر دیکھیں۔اس نے ایک اور روایت پیش کی جو شیعہ عقیدہ امامت کی ترجمانی کرتی ہیں اس کو ہم عقیدۂ دوم کے عنوان میں تفصیلاً نقل کرتے ہیں۔
عقیدہ نمبر:2 اب میں جس عقیدے کی بات کرنے جا رہا ہوں اس پر پورے شیعہ مذہب کا دارو مدار ہے اگر یہ عقیدہ شیعیت سے نکال دیا جائے شیعیت کا نام و نشان ہی اس دنیا سے مٹ جائے۔ اس نظریے کو عقیدہ امامت کہا جاتا ہے۔اسی عقیدے پر شیعوں کی پہچان بھی ہے جیسے ان کو امامیہ بھی کہا جاتا ہے انکو اثناء عشری یعنی بارہ اماموں والا بھی کہا جاتا ہے۔ اس عقیدے کی بہت زیادہ اہمیت ہے شیعوں کے ہاں اس لیئے انہوں نے اس کو اپنے مذہب کے ارکان میں سے توحید و رسالت کے بعد رکھا ہے اور باقی نماز، زکوۃ، حج، اور عدل کو امامت سے بعد میں رکھا ہے یہ اپنے اماموں کو نبی پاک ﷺ کے بعد تمام انبیاء سے افضل سمجھتے ہیں۔اور ان کو باقی انبیاء کی طرح معصوم بھی مانتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کی اطاعت کو واجب قرار دیتے ہیں۔۔ حالانکہ پوری امت کا مسلّمہ عقیدہ ہے کہ انسانوں میں انبیاء کے سوا کوئی معصوم نہیں اور نہ کوئی واجب الاطاعت ہے،اور غیر نبی کو انبیاء سے افضل یا معصوم سمجھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔
آیئے شیعہ کا اس بارے میں عقیدہ بطور وضاحت پیش کرنے کے بعد ہم فرائد السمطین کی عبارات پیش کریں گے تاکہ واضح ہو سکے کہ وہ کس پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ شیعوں کے بہت بڑے محقق اور کثیر التصانیف مصنف ملا باقر مجلسی نے اپنی تصنیف "اعتقادات الامیہ" جس میں اس نے شیعہ امامیہ کے عقائد بیان کئے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔
باقی رہے وہ امور جن کا بطریق مذکور مذہب امامیہ کی ضروریات سے ہونا ثابت ہے، ان کا انکار کرنے والا مذہب اہل بیت (شیعہ) سے خارج ہو جاتا ہے اور مخالفین کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہے، جیسے کہ آئمہ اثنا عشر (بارہ)12 کی امامت حقہ۔۔۔۔۔۔ الی آخر" (اعتقادات امامیہ مترجم اردو: 56)"
اب اس عبارت میں ملا باقر مجلسی شیعی نے شیعوں کے عقائد بیان کئے ہیں جن میں اس نے بارہ اماموں کی امامت کا اعتقاد رکھنا مذھب امامیہ کی ضروریات میں شامل کیا۔ اب فرائد السمطین کی شیعہ نواز روایت ملاحظہ فرمائیں۔
"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد میرے خلفاء (امام) اور اوصیاء اور مخلوق پر حجتیں بارہ (12) ہیں۔"(فرائد السمطین مترجم)

یہاں بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ شیعہ بھی بارہ اماموں کی امامت کا اعتقاد ضروری سمجھتے ہیں اور ان موصوف نے بھی بارہ مجتبیں قائم کرنے کی جھوٹی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرکے جہنمیوں کی لسٹ میں شامل ہونا چاہا۔ کیا یہ شیعیت نہیں ہے، اگر یہ شیعیت نہیں ہے تو پھر شیعیت اور کس بلا کا نام ہے۔ اور اس کو سنیت کہنا جہالت اور دھوکے بازی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور کون انصاف پسند شخص انکو سنیت قرار دے گا۔ اب ہم ایک قدم اور آگے بڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انہی آئمہ اہلبیت کو یہ شیعہ رافضی انبیاء کی طرح معصوم عن الخطاء مانتے ہیں۔ آئمہ کے بارے میں شیعوں کا عصمت کا عقیدہ بھی بہت مسلم ہے۔ ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

عقیدہ نمبر: 3 ملا باقر مجلسی « اعتقادات امامیہ » میں لکھتا ہے کہ :

"جناب رسول خدا ﷺ اور آئمہ ھدا کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ وہ اول عمر سے لے کر آخر تک ہر قسم کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے معصوم و مطہر ہیں..."۔ (اعتقادات امامیہ مترجم: 57)

یہاں ملا باقر مجلسی صاحب نے آئمہ کے معصوم ہونے کے عقیدے کو شیعوں کے عقائد میں ضروری شامل کیا ہے۔ اور دوسری طرف وہ فرائد السمطین کے مصنف صاحب جس کو نقوی صاحب سنی قرار دے کر اپنی جہالت کا اظہار کر رہے تھے وہ کیا لکھتے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میں علی، حسن، حسین، اور نو افراد جو اولاد حسین سے ہونگے سب پاکیزہ اور معصوم ہیں." (فرائد السمطین)

اب کسی قسم کے شک کی گنجائش باقی رہی ہے کیا اس کی شیعیت ظاہر ہونے میں ایسے بیسیوں حوالے اس کی تصانیف سے دیئے جا سکتے ہیں جس سے اس کے شیعہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔۔ ایک آخری عبارت پیش کرکے اس کو مختصر کرنے کی کوشش کروں گا۔

شیعہ روافض اپنے آئمہ کے بارے میں یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جتنے بھی انبیاء اللہ تبارک وتعالی نے مبعوث فرمائے سبکا مقصد حضرت علی اور آئمہ کی امامت و ولایت کی تبلیغ تھا(معاذ اللہ) اس عقیدہ میں انتہائی غلو ہے لیکن ہمارا مقصد اس وقت اس پر بحث کرنے کا نہیں ہے اگر ہم اس طرف گئے تو موضوع بہت طویل ہو جائے گا۔

اس مذکورہ بالا عقیدے پر میں شیعہ کی ایک دو روایتیں پیش کرکے پھر فرائد السمطین میں سے شیعہ نواز عبارت پیش کروں گا۔ ملاحظہ فرمائیں:

«عن أبي بصير عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال: ما من نبي نبيء ولا من رسول ارسل إلا بولايتنا و تفضيلنا على من سوانا» (بحار الانوار: 281/26)

ترجمہ: "ابو بصیر ابو عبد اللہ (امام جعفر) سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا گیا سوائے اس لئے کہ ہماری ولایت اور ہمارے سوا سب پر ہماری فضیلت کے ابلاغ کیلئے۔"

آگے چل کر ملا باقر مجلسی اس صفحہ پر ایک اور روایت نقل کرتا ہے۔

«قال أبو جعفر (عليه السلام): ولايتنا ولاية الله التي لم يبعث نبيا قط إلا بها»

"ابو جعفر (امام باقر) نے فرمایا: ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا لیکن ہماری ولایت کے (ابلاغ) کیلئے۔"

یہ دونوں عبارتیں شیعہ مصنف ملا باقر مجلسی کی تصنیف "بحارالانوار" کی ہیں اب شیعوں کے اس عقیدے کی تائید کرتے ہوئے فرائد السمطین کے مصنف نے بھی روایت درج کرکے اپنے بھائیوں رافضیوں کیلئے آسانی پیدا کر دی۔ اور اپنے شیعہ ہونے کا ثبوت بھی پیش کر دیا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"سیدنا عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اس نے کہا اے محمد آپ ہم سے پوچھئے کہ ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو کس شرط پر مبعوث فرمایا آپ ﷺ نے فرمایا: کس شرط پر مبعوث فرمایا؟، فرشتے نے کہا آپکی ولایت اور علی کی ولایت پر مبعوث فرمایا۔"

برادران اسلام یہ تھیں وہ عبارات جس سے فرائد السمطین کے مصنف کی شیعیت بالکل ظاہر ہو جاتی ہے یہی وہ عقائد ہیں جو شیعہ اور سنی کے مابین مختلف ہیں شیعہ ان کے شد و مد سے قائل ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ ان عقائد کی وجہ سے صاحب فرائد السمطین محمد بن ابراہیم کٹر شیعہ ہے۔ ان حوالہ جات سے جو عقائد نظر آئے ان کی رو سے ہم پہچان گئے کہ فرائد السمطین کا مصنف ہر گز سنی نہیں ہے اب دوسرا طریقہ سامنے رکھئے خود شیعہ محققین سے پوچھتے ہیں کہ اس مصنف کے بارے میں تمھاری کیا تحقیق ہے۔

اعیان الشیعہ کے مصنف محسن العاملی فرائد السمطین کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

«مشائخه في روضات الجنات: له الرواية في كتابه فرائد السمطين وغيره عن الشيخ سديد الدين يوسف بن المطهر الحلي والد العلامة وعن المحقق الحلي وابن عمه يحيى بن سعيد وابني طاوس والشيخ مفيد الدين بن الجهم والخواجة نصير الدين الطوسي والسيد عبد الحميد فخار بن معد الموسوي»
(اعيان الشيعه: 218,219/2)

"روضات الجنات میں (محمد بن ابراہیم) کے جو مشائخ (اساتذہ) کا ہے کہ: اس نے اپنی کتاب فرائد السمطین وغیرہ میں شیخ سدید الدین بن المطہر الحلی جو علامہ و محقق الحلی کے والد ہیں اور محقق حلی اور اس کے چچا زاد یحیٰ بن سعید سے روایت کی ہیں۔ ابن طاوس اور شیخ مفید الدین بن الجہم اور خواجہ نصیر الدین طوسی اور سید عبد الحمید فخار بن معد الموسوی سے بھی روایت کی ہیں۔"

شیعہ محسن العاملی نے اس بات کا واضح اقرار کیا ہے کہ فرائد السمطین کا مصنف محمد بن ابراہیم شیعہ علماء کا شاگرد اور اور اس نے اپنی کتب میں شیعہ علماء سے روایات نقل کی ہیں۔ مذکورہ بالا سارے نام شیعہ کے بڑے بڑے علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور (موسوعہ مولفی الامامیہ: 379/1) میں بھی اس کے انہی شیعہ اساتذہ کا ذکر ہے۔ کہ یہ ان شیعہ اکابر علماء کے تلامذہ میں شامل ہے۔

«وبالجملة ترجم صاحب (الرياض) صدر الدين إبراهيم هذا في ذيل عنوان لمحتمل تشيعهم، للتلمذ على الشيعة والتأليف في فضائل أهل البيت.
أقول: في مكتبة (المشكاة) نسخة من (فرائد السمطين) تامة . . . أولها بعد البسملة: [تبارك الذي انزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا] وبعد ذكر النبي ص قال: [وانتخب له أمير المؤمنين عليا أخا وعونا وردأ وخليلا ورفيقا ووزيرا وصيره على امر الدين والدنيا له موازرا ومساعدا ومنجدا وظهيرا وجعله أبا بنيه، وجمع كل الفضائل فيه. وانزل في شأنه: انما وليكم الله إلى قوله امام الأولياء وأولادهم الأئمة الأصفياء الذين اذهب عنهم الرجس إلى قوله - والحمد الله الذين ختم النبوة به وبدء الولاية من أخيه صنو أبيه المنزل فصله النبوة منزلة هارون من موسى وصيه الرضى المرتضى على باب مدينة العلم إلى قوله - ووصيه أسد الله الغالب علي بن أبي طالب وآله وعترته المباركة وذراريه الطاهرات نجوم فلك العصمة»
(الذريعه الى تصانيف الشيعه: 137/16)

ترجمہ: "صاحب الریاض صدرالدین ابراہیم نے اپنی اس تصنیف (الریاض) میں ایک عنوان باندھا۔ وہ یہ کہ کچھ ایسے مصنفین ہیں جو مشہور و معروف شیعہ علماء کے شاگرد ہیں۔ اور انہوں نے فضائل اہلبیت پر تصانیف بھی لکھی ہیں۔ ان دو باتوں کی بنا پر ان مصنفین کے شیعہ ہونے کا احتمال ہے۔ اس عنوان کے تحت صاحب فرائد السمطین کا تذکرہ بھی موجود ہے میں (صاحب الذریعہ) کہتا ہوں کہ مکتبہ المشکوۃ میں فرائد السمطین کا مکمل نسخہ موجود ہے......... اس کتاب میں بسم اللہ کے بعد تبارک الذی نز الفرقان آیت لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی صفت و ثناء تحریر ہے۔ پھر یہ الفاظ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی المرتضیٰ کو حضور ﷺ کیلئے منتخب کیا کہ وہ آپ ﷺ کے بھائی اور مددگار بنے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں مزید لکھا۔ کہ تمام تعریفیں اس اللہ کی جس نے آپ پر دروازۂ نبوت بند کر دیا اور ولایت کی ابتداء آپ کے چچا زاد بھائی سے کی جو آپ کے ساتھ مقام و منزلہ رکھتے ہیں۔ جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھا علی المرتضیٰ آپ کے وصی ہیں۔ الرضی والمرتضیٰ ہیں۔ باب العلم ہیں۔ آخر میں یہ کہا۔ حضور ﷺ کے وصی، اللہ کے شیر علی ابن ابی طالب آپکی عترت و آلِ مبارکہ جو کہ آسمانوں عصمت کے درخشندہ ستارے ہیں۔(یعنی معصوم ہیں)۔"

توضیح:

صاحب الریاض نے دو وجوہات کی بنا پر محمد بن ابراہیم حموینی کے شیعہ ہونے کا احتمال ذکر کیا لیکن آقائے بزرگ طہرانی شیعی صاحب الذریعہ نے اس کی تصنیف فرائد السمطین کے اقتسابات سے اس کا پختہ شیعہ ہونا ثابت کیا جیسا کہ ہم چند عبارات کے حوالے پہلے کر چکے ہیں۔ طہرانی شیعی نے جن باتوں سے اس کی شیعیت ثابت کی وہ بالاختصار یہ ہیں۔

۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کا وزیر ، خلیل، رفیق اور ظہیر لکھا گیا۔
۲: انما ولیکم اللہ ورسولہ کی تفسیر کے تحت مولا علی رضی اللہ عنہ کو امام الاولیا لکھ کر ان کی آل و اولاد کو آئمہ معصومین کہا گیا۔
۳: مولا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول ہیں۔ ان تین عقائد کے بعد جب اس کا شیعہ ہونا صاحب الذریعہ کے نزدیک مسلم تھا، تو اس نے حموینی کے لئے یہ دعائیہ الفاظ اسی مذکورہ صفحہ پر کہے۔
« غفر اللہ عنہ لمحبتہ الائمۃ الطاہرین واحیاہ علی متابعتھم وولایتھم وامامتہ علیھا، وحشرہ معھم وجعلہ تحت لوائھم، سادۃ الأولین والآخرین »
ترجمہ: "آئمہ معصومین کی محبت کی وجہ سے اللہ حموینی کو معاف کر دے۔ ان کی متابعت اور امامت کے عقیدہ پر اسے زندہ رکھے۔ اور ان کے ساتھ اسکا حشر و نشر کرے۔ اور ان اولین و آخرین کے سرداروں کے جھنڈے تلے اسے جگہ دے۔"
مذہب شیعہ میں صرف اور صرف اہل تشیع کے لئے دعائے مغفرت ہے۔ فروع کافی میں مذکور ہے کہ اگر کوئی اہلسنت مر جائے۔ تو اس کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی جائے اور اگر بامر مجبوری شرکت کرنی پڑے تو اس کیلئے مغفرت کی دعا کرنا حرام ہے۔ بلکہ اس کی بجائے لعنت کی دعا کرے۔ دیکھیں "فروع کافی کتاب الجنائز۔"
آقائے بزرگ طہرانی شیعی نے دعائیہ کلمات کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ فرائد السمطین کا مصنف ان کا اپنا ہے۔ اور یقینا ایسا ہی ہے۔ ان تصریحات کے بعد حموینی کی شخصیت نکھر کر سامنے آگئی۔ اب اسے سنی عالم اور اس کی تصنیف کو اہلسنت کی معتبر کتاب قرار دینا ظلم عظیم سے کم نہیں۔ نقوی نجحتی کی دھوکے بازی اور اس کی بے ایمانی بھی ظاہر ہو گئی جو اس شیعہ یا شیعہ نما مصنف اور اسکی تصنیف کو سنیوں کے کھاتے میں ڈال کر سادہ لوح مسلمانوں کے ایمانوں سے کھیلنے کی کوشش کر رہا تھا

6: کفایت الطالب فی مناقب ابی طالب:

یہ محمد بن یوسف بن محمد قرشی گنجی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کو بھی شہنشاہ نقوی نے اپنے باطل نظریات کو سہارا دینے کی کوشش میں سنیوں کے کھاتے میں ڈالا اور اسکو بطور سنی کتاب کے حوالہ پیش کیا۔ حالانکہ اس کتاب کا مصنف محمد بن یوسف بن محمد قرشی گنجی خود شیعہ ہے۔ اس نے اپنے مسلک کی بھرپور تائید میں کئی ایک باتیں لکھیں جن کا اہل سنت کے معتقدات سے کوئی

بلکہ اس کے برعکس وہ عبارات مذہب اہل تشیع کے عقائد و نظریات کی عکاسی کرتی ہیں۔ ہم چند عبارات قارئین کرام کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ مصنف کے اپنے عقائد و نظریات واضح ہوسکیں۔ عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

1: « قال فلما كان من الليل بعث رسول الله الى سلمان فقال يا سلمان أتني ببغلتي الشهباء فأتاه ببغلته الشهباء فحمل عليها فاطمة فكان سلمان رضي الله عنه يقود ورسول الله يقوم بها فبينا هو كذلك إذ سمع حسًا خلف ظهره فالتفت فاذا هو بجبريل وميكائيل وإسرافيل في جمع كثير من الملائكة فقال جبرئيل وما أنزلكم ؟ قالو نزلنا نزف فاطمة إلى زوجها فكبر جبرئيل ثم كبر ميكائيل ثم كبر اسرافيل ثم كبرت الملائكة ثم كبر النبي ثم كبر سلمان الفارسي ، فصار التكبير خلف العرائيس سنة من تلك الليلة » (كفاية الطالب: 303)

ترجمہ: "بیان کیا ہے کہ جب رات کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے سلمان فارسی کو بلوایا۔ وہ جب آئے تو انہیں فرمایا۔ سلمان! میرا خچر شہباء لاؤ۔ وہ لے آئے آپ نے اس پر سیدہ فاطمہ کو بٹھایا۔ سلمان اس کو آگے سے پکڑے ہوئے تھے۔ اور حضور ﷺ اس کی نگرانی فرما رہے تھے اسی دوران ایک آواز محسوس ہوئی جو پشت کی طرف سے آ رہی تھی۔ آپ نے مڑ کر دیکھا تو جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل بہت سے فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اترے تھے۔ پوچھا اے جبرئیل! تم کیوں آئے ہو؟ کہا؛ ہم سیدہ فاطمہ کو انکی زوج کی طرف زفاف کیلئے آئے ہیں۔ جبرئیل نے اس کے بعد تکبیر کہی۔ پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر تمام موجود فرشتوں نے پھر حضور ﷺ اور پھر سلمان فارسی نے تکبیر کہی پس اس رات کے واقعہ کے بعد بارات کے پیچھے تکبیریں کہنا سنت ہو گیا۔"

نوٹ: "تکبیر خلف العرائس سنۃ" جو کفایۃ الطالب میں ابھی آپ نے پڑھی یہی نظریہ کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔ ملا باقر مجلسی شیعی اپنی کتاب "جلاء العیون" میں لکھتا ہے کہ:

"اور جب شبِ زفاف فاطمہ ہوئی۔ حضرت نے اپنا استر اشہب منگایا۔ اور ایک چادر ڈال کر فاطمہ کو سوار کیا۔ اور سلمانؓ کو حکم دیا کہ استر کھینچیں حضرت رسول ﷺ استر کے پیچھے پیچھے جاتے تھے۔ اثنائے راہ میں آواز بکثرت سنیں۔ ناگاہ جبرئیل و میکائیل ستر ستر ہزار فرشتوں کے ہمراہ حاضر ہوئے حضرت نے پوچھا کس لئے آئے ہو جبرئیل و میکائیل نے تکبیر کہی اور ان سب فرشتوں نے بھی تکبیر کہی۔ اور عرض کی کہ جناب علی و فاطمہ کے زفاف کی تہنیت (مبارک باد) کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ تب حضرت ﷺ نے بھی تکبیر کہی اس سبب سے شب عروسی تکبیر کہنا سنت مقرر ہوا۔" (جلاء العیون مترجم: 208/1)

کفایۃ الطالب اور جلاء العیون دونوں کی تحریر ایک ہی مسئلہ کو مختلف الفاظ سے واضح کر رہی ہے۔ یہ سبھی جانتے ہیں۔ کہ زفاف کے وقت تکبیر کہنا اہل تشیع کا مسلک ہے لہٰذا محمد بن یوسف قرشی گنجی نے

عبارت نمبر2 :

« عن عبد الله عن علبّ قال قال رسو الله من لم لقل عليّ خيرالناس فقد كفر » (كفاية الطالب: 245)

ترجمہ: "حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے عبد اللہ راوی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو علی المرتضی کو تمام لوگوں سے بہتر و افضل نہیں کہتا وہ کافر ہے۔"

لمحہ فکریہ:

اہل سنت کے معتقدات میں یہ عقیدہ بالکل واضح طور پر موجود ہے کہ مخلوقات میں تمام انبیاء افضل ہیں اور غیر انبیاء انسانوں میں ابو بکر صدیق پھر عمر بن الخطاب بالترتیب افضل ہیں۔ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضیلت کا منکر اہلسنت سے خارج ہے۔ لیکن صاحب کفایۃ الطالب نے اس اجماعی عقیدے کے خلاف روایت لکھ کر اپنی شیعیت پر مہر ثبت کر دی ہے۔
مذکورہ روایت اہلسنت کے عقائد و نظریات کے بالکل خلاف ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ محمد بن یوسف صاحب کفایۃ الطالب شیعہ ہے۔ اور اس نے اپنی تصانیف میں شیعیت کا پرچار کیا۔ آخر میں ہم اس کتاب کی ایک اور عبارت نقل کرتے ہیں۔ تاکہ اس کے مصنف کے بارے میں شیعہ سنی ہونے کا واضح ثبوت مل جائے۔ ملاحظہ ہو۔

عبارت نمبر 3:

« وهو اهل كا فضيلة و منقبة و مستحق لكل سابقة و مرتبة ولم يكن احد في وقتهٖ احقّ بالخلافة منه » (كفاية الطالب: 253)

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر فضیلت اور منقبت کے اہل ہیں۔ اور ہر مرتبہ اور بڑائی آپ کو زیب دیتی ہے۔ آپکے وقت میں آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا خلیفہ بننے کا حق دار نہ تھا۔"

لمحہ فکریہ: جب علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا خلافت کا حق دار نہ تھا تو پہلے تینوں خلفاء (معاذ اللہ) غاصب ٹھہرے۔ اور ناجائز خلیفہ رہے۔ کیا یہ کسی سنی عالم کا عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے؟ اسی کا نام ہی تو رافضیت ہے اسی کا نام ہی تو شیعیت ہے۔ آخر میں ہم اب محمد بن یوسف کے حالات کے بارے میں علماء کرام کی آرا پیش کریں گے جس کے بعد اس کے شیعہ ہونے میں کوئی شک باقی نہ رہے گا۔

الامام، الحافظ المورخ شہاب الدین ابی محمد عبد الرحمٰن بن اسماعیل المعروف بابی شامہ المقدسی الدمشقی رحمۃ اللہ تعالی (التوفی 665 ھ) نے محمد بن یوسف الگنجی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

« وفي تاسع والعشرين من رمضان قتل بالجامع الفخر محمد بن يوسف بن محمد الكنجي وكان من اهل العلم بالفقه والحديث لكنه كان فيه كثرة كلام و ميل الى مذهب الرافضية جمع لهم كتبا توافق اغراضهم و تقرب بها الى الرؤساء الدولتين الاسلامية والتاتاريه ثم وافق الشمس القمي فيما فوضه اليه تخليص اموال الغائبين و غيرهم فانتدب له من تاذّى مِنْهُ والبّ عليه بعد صلوٰة الصبح فقتل و بقر بطنه كما قتل اشباهه من اعوان الظلمة مثل الشمس بن الماسكيني وابن البغيل الّذي كان يسخر الدواب » .. (بالذيل على الروضتين: 208)

ترجمہ: "محمد بن یوسف گنجی انتیس (29) رمضان کو دمشق کی جامع مسجد میں قتل کیا گیا۔ یہ فقہ اور حدیث کا عالم تھا۔ لیکن اس میں منطق کا غلبہ تھا۔ اور رافضی (شیعہ) کی طرف میلان تھا۔ ان کی اغراض کے پیش نظر ان کیلئے اس نے کتابیں لکھیں۔ اور تصنیفات کے ذریعہ رافضی سرداروں کا تقرب حاصل کیا۔ جن میں اسلامی اور تاتاری دونوں طرح کے سردار تھے۔ پھر الشمس القمی نے اس کی موافقت کی، کہ دونوں مل کر غائب لوگوں کے اموال ان کو سپرد کریں۔ اس پر ان لوگوں نے شور مچایا جنہیں اس سے تکلیف ہوئی تھی۔ نماز صبح کے بعد اس پر حملہ ہوا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کا پیٹ چاک کیا گیا۔ اس طرح اس کے دوسرے ساتھیوں ظالموں اور مددگاروں کے ساتھ کیا گیا۔ جیسا کہ شمس بن ماسکینی اور ابن انجیل جو گھوڑوں کی تربیت کا ماہر تھا۔"

محمد بن یوسف الکنجی کے ہم عصر ایک عالم قطب الدین ابو الفتح موسیٰ بن محمد الیونینی (ت 726 ھ) نے بھی اس کے بارے میں کچھ اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

« وورد كتاب المظفر إلى دمشق في سابع وعشرين شهر رمضان يخبر بالفتح وكسرة العدو ويعدهم بوصوله إليهم ونشر المعدلة فيهم فثاروا العوام بدمشق وقتلوا الفخر محمد بن يوسف ابن محمد الكنجي في جامع دمشق وكان المذكور من أهل العلم لكنه كان في شر وميل إلى مذهب الشيعة وخالطه الشمس القمي الذي كان حضر إلى دمشق من جهة هولاكو ودخل معه في أخذ أموال الغياب عن دمشق فقتل » (ذيل مرآة الزمان: 361/1)

ترجمہ: "کہ جب مظفر کا خط 27 رمضان کو دمشق پہنچا جس میں دشمنوں کے تباہ ہونے کی خوشخبری تھی۔ اس خط میں اس نے وعدہ کیا۔ کہ وہ وہاں پہنچے گا اور عدل کرے گا۔ لہٰذا عوام نے دمشق پر حملہ کر دیا اور جامع دمشق میں محمد بن یوسف گنجی کو قتل کر دیا۔ محمد بن یوسف گنجی اہل علم میں سے تھا۔ لیکن اس کے ضمیر میں شرارت تھی۔ اس کا مذہب شیعہ کی طرف میلان تھا اس کے ساتھ ساتھ اسے شمس قمی کی ہم نشینی حاصل تھی۔ جو دمشق میں ہلاکو خان کی طرف سے غائب لوگوں کے

اموال پکڑنے پر شریک تھا لہٰذا وہ بھی قتل ہو گیا۔"

اور یونینی نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اسی کتاب میں آگے کیا کہتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

« محمد بن یوسف الكنجي كان رجلاً فاضلاً أديباً وله نظم حسن قتل في جامع دمشق بسبب دخوله مع نواب التتر . (مصدر « السباق: 392/1)

ترجمہ: "محمد بن یوسف گنجی ادیب اور فاضل آدمی تھا۔ اور نظم بخوبی کہتا تھا۔ وہ جامعہ دمشق میں قتل کیا گیا۔ کیونکہ تاتاری نواب کے ساتھ یہاں آیا تھا۔"

محمد بن یوسف گنجی کی حقیقت کے بارے میں حافظ ابن کثیر نے بھی اپنی تاریخ میں کچھ انکشافات کئے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

« وَقَتَلَتِ الْعَامَّةُ فِي وَسَطِ الْجَامِعِ شَيْخًا رَافِضِيًّا كَانَ مُصَانِعًا لِلتَّتَارِ عَلَى أَمْوَالِ النَّاسِ يُقَالُ لَهُ: الْفَخْرُ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْكَنْجِيُّ. كَانَ خَبِيثَ الطَّوِيَّةِ مَشْرِقِيًّا مُمَالِئًا لَهُمْ عَلَى أَمْوَالِ الْمُسْلِمِينَ، قَبَّحَهُ اللَّهُ تَعَالَى، وَقَتَلُوا جَمَاعَةً مِثْلَهُ مِنَ الْمُنَافِقِينَ » (البدايه والنهايه: 402/17)

ترجمہ: "اس کو عوام اہل سنت نے جامع دمشق میں قتل کیا۔ یہ رافضی شیخ تھا۔ تاتاریوں کیلئے لوگوں کے مال لوٹا کرتا تھا۔ یہ خبیث ضمیر اور لوگوں کا مال جمع کرنے والا تھا۔ اللہ نے اسے ذلیل کیا۔ اس کو منافقین کی طرح لوگوں نے قتل کیا۔"

یوسف بن تغری نے بھی النجوم الزاہرہ میں محمد بن یوسف کے بارے میں اسطرح کے حقائق کا انکشاف کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

« محمد بن يوسف بن محمد الكنجیّ قتل فی جامع دمشق، وكان المذكور من أهل العلم، لكنّه كان فيه شرّ، وكان رافضيّا خبيثا وانضم على التّتار » (النجوم الزاهرة: 80/7)

ترجمہ: "محمد بن یوسف کو جامع دمشق میں قتل کیا گیا۔ یہ اہل علم میں سے تھا لیکن اس میں شر تھا۔ اور خبیث قسم کا رافضی تھا اور اس کا جوڑ توڑ تاتاریوں کے ساتھ تھا۔"

حرف آخر:

چار معتبر کتب کے مصنفین نے محمد بن یوسف کنجی کو بد مذہب ، گمراہ، اور ذلیل شیعہ کہا ہے۔ یہ ہلاکو خان

کا ساتھی تھا۔ جس نے بغداد کے اہل سنت کے ساتھ بہت مظالم ڈھائے اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اسکا شمس قمی نامی شیعی سے گہرا تعلق تھا۔ رافضی سرداروں کو خوش کرنے کیلئے کتابیں لکھنا اسکا مشغلہ تھا۔ اہل سنت کے مال لوٹنا جائز قرار دینے والا تھا۔ ان حوالہ جات اور محمد بن یوسف الکنجی کی اپنی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیعہ تھا اس نے اسی مذہب کی اشاعت کی لہذا اسے اہل سنت کا عالم اور اس کی کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہنا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اور نقوی صاحب نے اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کی خاطر اسے اہلسنت میں لا کر کھڑا کر دیا۔ ورنہ حقیقت حال وہی ہے۔ جو گزشتہ صفحات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

نوٹ:

کتاب کفایۃ الطالب کے بیرونی صفحہ (ٹائٹل) پر اس کے مصنف کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا گیا۔ "ابی عبد اللہ محمد بن یوسف بن محمد القرشی الکنجی الشافعی" اس آخری لفظ "الشافعی" کو محض دھوکہ دینے کیلئے لکھا گیا۔ اگر یہ واقعی شافعی (اہلسنت) ہوتا تو پھر اس کتاب میں اہل تشیع کے عقائدِ مذمومہ کی تردید ہوتی اور پھر مطبعہ حیدریہ نجف اس کے چھاپنے کی جراءت نہ کرتا۔

6: عقد الفرید:

شہنشاہ نقوی صاحب نے اپنے بڑوں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے۔ یعنی جھوٹ اور دھوکہ بازی سے کام لیتے ہوئے عقد الفرید نامی کتاب جس کا مصنف احمد بن محمد بن عبدربہ الاندلسی ہے، کو بھی اہل سنت کی معتبر ترین کتاب قرار دیا۔ نقوی صاحب بظاہر سلیم الفطرت بننے کا جو ڈھونگ رچاتے ہیں نا یہی انکے جھوٹ اور کذب بیانیاں اگر لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو یقین مانو شائد شیعہ عوام جو تحقیق پسند لوگ ہیں اس کو گھاس بھی نہ ڈالیں۔ کیونکہ میرے خیال میں نقوی صاحب نے جو بھی بدنام زمانہ کتاب ہے اسکو بغیر تحقیق کے سنیوں کے کھاتے میں ڈالنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ خیر چلتے ہیں کتاب کی تحقیق کی طرف۔ "عقد الفرید" کتاب پر ایک محقق نے تحقیق لکھی ہے جس کا نام محمد سعید العریان ہے۔ ہم اس میں سے ایک اقتباس پیش کریں گے۔ جس میں قارئین کے سامنے عقد الفرید کتاب کی حیثیت اور اس کے مصنف کا مقام علمی واضح ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو۔

«ولا يعرف شيئ من تاريخ ابن عبدربه فيما عدا انه كان في شبابه لاهيا و لوعا بالغناء............

لم يذكرلنا المؤرخون شيئا من سيرة ابن عبدربه تدل علي خلقه و صفته الا ما قدمنا من حديث لهوه و صبوته في شبابه........

ان ابن عبدربه لم ينظر فيما جمع لكتبابه من الفنون نظر المختص بحيث يختار لكل فرع من فروع المعرفة بعد نقد و تمحيص و اختبار فلا يقع منه في باب من البواب الفن الا ما يجتمع عليه صواب الرّأي عند اهله لا ولكنه نظر إلى جملة

ما جمع نظر الاديب الذي يروي النادرة لحلاوة و موقعها لا لصحة الرّأي فيها و يختار الخبر لتمام معناه لا لصواب موقعه عند اهل الرّأي والنظر والاختصاص انظر اليه فيما روي من حديث الرسول ﷺ مثلا تجد الصحيح والمردود والضعيف والمتواتر والموضوع واقواله ما نقل من حوادث التاريخ و أخبار الامم والملوك تجد منه ما تعرف وما تنكر وما تصدق وما تكذب وما يتناقص آخره و اوله ولم يكن ابن عبدربه من الغفلة بحيث يجوز ولكنه جامع اخبار و مولف نوادر جمع و الف ما الف » (تعريف بالكتاب و مؤلفه بقلم محمد سعيد العريان على عقد الفريد)

ترجمہ: "ابن عبدربہ کی تاریخ معلوم نہ ہوسکی صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ وہ جوانی میں لہو و لعب کا رسیا اور گانے بجانے کا شائق تھا......

مؤرخین نے ابن عبدربہ کے بارے میں ہمارے لیے کوئی تاریخی مواد نہیں ذکر کیا۔ جو اس کی اچھی عادت اور صفات پر دلالت کرتا ہو، ہاں اس قدر موجود ہے کہ جوانی میں اس کے بارے میں لہو لعب کی بہت سی باتیں مذکور ہیں۔ اور مزاح کے علاوہ لغویات کا رسیا تھا.......

ابن عبدربہ نے اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے، اس پر ایک اچھی نظر اور مخصوص تحقیق کو روا نہیں رکھا، اسے جس طرح کی جو بات معلوم ہوئی۔ وہ اپنی کتاب میں لے آیا۔ اس نے کتاب میں جو روایت واقعات جمع کیے ہیں۔ وہ اصحاب رائے کی متفقہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک ادیب کی طرح واقعہ کو رنگین بنانے کیلئے عجیب و غریب باتیں ہیں۔ اور اپنے مقصد کو مکمل کرنے کی خواہش میں سب کچھ درج کیا۔ یہ نہیں دیکھا کہ اس روایت و واقعہ کے بارے میں اہل رائے اور صاحبان تحقیق کیا کہتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر رسول کریم ﷺ سے جو احادیث اس نے لکھیں، ان کو لیجئے ان میں صحیح، مردود، ضعیف، متواتر اور موضوع تک درج ہیں۔ اور تاریخی واقعات، امتوں کے حالات اور بادشاہوں کی باتوں میں ایسی بہت سی روایات مذکور ہیں۔ جو معروف منکر، سچی اور جھوٹی سب خلط ملط ہیں۔ اور ایسی بھی کہ ان کے اول حصہ آخری کی تردید کرتا ہے۔

بہرحال ابن عبدربہ اس غفلت میں نہیں تھا کہ اس پر وہ تنقید جائز ہو۔ جو جائز نہیں لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ادھر ادھر کی خبریں جمع کرنے والا اور نادر واقعات لکھنے والا ہے جو ملا لکھ دیا۔ اور جو سمجھا اسے درج کر دیا۔"

نوٹ:

عبارات بالا میں ابن عبدربہ کو ایک مجہول شخص قرار دیا گیا اور اگر اس کے سوانح حیات کچھ ملتے بھی ہیں تو وہ بالکل اس پر اعتبار نہ کرنے والے ہیں۔ واقعات و روایات میں سخت غیر محتاط شخص ہے، حتی کہ احادیث کے بارے میں حد درجہ غفلت برتنے والا ہے۔ ایسے شخص کی کتاب کو نقوی اہل سنت کی معتبر کتاب کہنے پہ تلا ہوا ہے ذرا انصاف کیجئے کس قدر بے وقوفی اور جہالت ہے۔ عبارات مذکورہ میں تو

اس کی عادات و اطوار اور علمی مقام پر ہم نے روشنی ڈالی اب اس کے مسلک و مشرب کی تحقیق کیلئے اہل رائے کی آراء سے استفادہ کرتے ہیں کہ یہ لہو لعب کا رسیا اور ادھر ادھر کی بے تکی ہانکنے والا اہلسنت تھا یا کوئی اور۔؟

شیعہ عالم آقائے بزرگ طہرانی نے اپنی کتاب "الذریعہ الی تصانیف الشیعہ" جس میں اس نے شیعہ تصانیف کا ذکر کیا ہے کہ کس کس شیعہ عالم نے کون کون سے کتب لکھیں ہیں۔ اس نے عقد الفرید کا بھی ذکر کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(العقد) لابی عمر احمد بن محمد بن محمد ذلمعروف بابن عبدربہ القرطبی، المتوفی سنة ثمان و عشرین و ثلاثمأة. اوله [الحمد لله الاول بلا ابتداء.....] كان في خزانة الحاج معتمد الدولة فرهاد ميرزا، حكي »في كشف الظنون » عن ابن خلكان انه من الممتعة حوي من كل سيىء، و حكي ابن كثير ايضاً انه يدل كلامه علي تشيع منه. » (الذريعہ الی تصانیف الشیعہ: 286/15)

ترجمہ: "(العقد) ابو عمر احمد بن محمد المعروف ابن عبدربہ متوفی 328 ھ کی تصنیف عقد الفرید ہے۔ جو [الحمد للہ الاول بلا ابتداء..] کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے کتاب مذکور الحاج معتمد الدولہ فرہاد مرزا کے خزانہ کتب خانہ میں تھی ابن خلکان سے کشف الظنون میں روایت ہے۔ کہ یہ کتاب معمولی سے معمولی نفع کی باتوں پر مشتمل ہے اور ابن کثیر نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ شخص اہل تشیع میں سے تھا۔"

لمحہ فکریہ:

صاحب الذریعہ نے اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہ عقد الفرید کا مصنف ابن عبدربہ شیعہ ہے۔ تب جا کر اس کا تذکرہ الذریعہ میں کیا ہے۔ اور پھر ابن کثیر کی تحقیق کا حوالہ بھی دیا کہ یہ واقعی شیعہ ہے۔ ایک ایسا شخص جس کی سوانح ناپید ہو۔ اور گانے بجانے اور گپیں ہانکنے کے علاوہ اس کی زندگی کی کوئی اچھی صفت صفحاتِ تاریخ پر ناپید ہوں۔ اور غلط سلط باتیں محظ اپنے مقصد کی تکمیل کیلئے ذکر کرنے سے نہ کتراتا ہو۔ نقوی اسے شیعوں سے نکال کر سنی اور گپیوں سے نکال کر معتبر عالم لکھ کر اپنے یار کی تعریف کر رہا ہے۔ ایسے مصنف کی تحریر کب حجت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔؟

8: تاریخ ابو الفداء:

ملک المؤید ابو الفداء اسماعیل کی یہ تصنیف ہے۔ اس میں بھی کئی ایک جگہ پر حضرات صحابہ کرام کے خلاف گندی روایات اور نازیبا زبان استعمال کی گئی ہے۔ یہ شخص کٹر شیعہ ہے۔ لیکن شہنشاہ نقوی صاحب نے اس کتاب کو سنیوں کے کھاتے میں ڈالنے کی مذموم کوشش کی۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا شخص بخوبی اندازلگا سکتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف سنی ہے یا شیعہ، ہم بھی شیعہ مصنفین

سے پوچھتے ہیں کہ یہ "تاریخ ابو الفداء" کا مصنف عقائد کے لحاظ سے کس پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔
"الذریعہ الی تصانیف الشیعہ" یہ کتاب آقائے بزرگ طہرانی شیعی کی ہے۔ اس میں اس نے شیعہ مصنفین اور انکی کتب کا ذکر کیا ہے۔ اس نے "تاریخ ابو الفداء" کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

« (تاريخ أبي »الفداء) الملك المؤيد عماد الدين إسماعيل بن الأفضل نور الدين علي بن الملك المظفر محمود بن الملك المنصور محمد بن المظفر تقي الدين أبي الخطاب عمر بن شاهنشاه الأيوبي الملك العالم المؤرخ الفلسفي الجغرافي مجالس العلماء ومرتبهم وصاحب (حماه) وملكها مستقلا، ولد سنة 672 ومات بحماه سنة ،732 وله "تقويم البلدان" المطبوع كما طبع تاريخه المرتب على أربعة أجزاء في مجلدين مكررا، وهو وإن عد من الشافعية لكن في مواضع من تاريخه عند ذكر أمير المؤمنين عليه السلام وذكر والده أبي طالب وغيرهما يظهر منه آثار التشيع وقد مر في (ج 2 - ص 340) انه أخرج في كتاب إمامة أمير المؤمنين عليه السلام عن تاريخ المؤيد هذا جملة وافرة من مناقبه عليه السلام في الغزوات غزوة غزوة، فراجعه » (الذريعه الى تصانيف الشيعه: 227/3)

ترجمہ: " ملک عماد الدین 672 ھ میں پیدا ہوا اور 732 ھ میں مقام حماہ میں اسکا انتقال ہوا۔ تقویم البلدان اس کی ایک تصنیف ہے۔ اسے اگرچہ شافعی المسلک کہا گیا ہے۔ لیکن اپنی تاریخ میں بہت سے مقامات پر اس نے جس انداز سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور انکے والد ابو طالب کا تذکرہ کیا اس سے اسکا شیعہ ہونا ظاہر ہوتا ہے اور امامت امیر المومنین جو حسن بن نوح شیعی کی مشہور تصنیف ہے۔ اس نے تاریخ ابوالفداء سے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غزوات کے بارے میں مناقب لکھے۔"

لمحہ فکریہ:

ابو الفدا کے بارے میں محقق شیعہ عالم کی تصریح اس بات کی تائید کرتی ہے کہ مذکورہ مصنف شیعہ ہے۔ اگر اس میں شیعیت نہ ہوتی تو صاحب الذریعہ اس کو ہرگز اپنی کتاب میں جگہ نہ دیتا۔ جگہ دینے کے ساتھ ساتھ اس نے اس کے شیعہ ہونے کی دلیل بھی پیش کر دی۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے نقوی کا اسے سنی اور اس کی کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ ایسے علماء جو متنازعہ فیہ ہوں۔ کچھ انہیں سنی کہیں اور کچھ انہیں شیعہ ایسے ہی لوگوں کی پہچان کیلئے "الذریعہ تصنیف ہوئی تاکہ کم از کم وہ اپنوں کی نشاندہی تو کر دیں کیونکہ وہی جانتے ہیں۔ کہ کون سا ہمارا تھا۔ جو تقیہ کر کے سنی بنا رہا۔ وہ اس کے مرنے کے بعد اس کی تقیہ والی چادر ہٹا کر رونمائی کر دیتے ہیں۔

لیکن ہم اہل سنت کے ہاں "تقیہ" منافقت کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے اس کی ہر گز اجازت نہیں۔ اس لیے اگر کسی نے اپنے آپ کو سنی کہلایا۔ تو ظاہر اسے سنی ہی کہنا پڑا لیکن جب اس کے ہم خیالوں نے لکھا۔ کہ وہ تقیہ کے طور پر سنی تھا۔ تو ہمارے خلاف اس کی عبارات کیونکر حجت تسلیم ہوں گی۔ اس لیے تاریخ ابو الفداء کی کوئی عبارت ہمارے خلاف حجت ہر گز ہر گز نہیں بن سکتی۔

9: شرح نہج البلاغہ ابن حدید:

شہنشاہ نقوی نے شرح نہج البلاغہ ابن حدید کا بھی حوالہ پیش کیا کہ یہ بھی اہلسنت کی کتاب ہے۔ شہنشاہ نقوی کے اس ڈھول کا پول بھی ہم کھولتے ہیں۔ اور شیعہ علماء کی زبانی اس کتاب کے بارے میں بتلاتے ہیں کہ یہ کس طرح اہلسنت کی معتبر کتاب ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ شیعہ عالم شیخ عباس قمی اپنی کتاب "الکنی والالقاب" میں ابن حدید کے ترجمے کے تحت لکھتا ہے کہ:

« (ابن أبي الحديد) عز الدين عبد الحميد بن محمد بن محمد بن الحسين بن أبي الحديد المدائني الفاضل الأديب المؤرخ الحكيم الشاعر شارح نهج البلاغة المكرمة وصاحب القصائد السبع المشهورة، كان مذهبه الاعتزال كما شهد لنفسه في إحدى قصائده في مدح أمير المؤمنين "ع" بقوله:

ورأيت دين الاعتزال وإنني

أهوى لأجلك كل من يتشيع » (الكنى والالقاب: 1/193)

ترجمہ: "عزالدین عبد الحمید بن محمد بن الحسین بن ابی حدید المدائنی الفاضل الادیب المورخ الحکیم الشاعر نہج البلاغہ کا شارح ہے۔ اور سات مشہور قصیدوں کا قائل ہے مذہب کے اعتبار سے معتزلہ تھا۔ جیسا کہ اس بارے میں خود اس نے معتزلہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اور یہ اقرار اس نے ایک قصیدہ میں کیا، جو اس نے حضرت علی المرتضے کی شان میں کہا۔

"اور میں اپنے آپکو معتزلہ سمجھتا ہوں، اور میں آپکی وجہ سے ہر شیعہ کہلانے والے کو دل سے چاہتا ہوں۔"

نوٹ:

ابن حدید کا باوجود معتزلی ہونے کے "تشیع" کو پسند کرنا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ شخص جن لوگوں میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ وہ معتزلی ہوتے ہوئے تشیع کو اپنائے ہوئے تھے۔ بلکہ تشیع اس کیلئے ضروری تھا۔ اور اس کا ثبوت ابن ابی الحدید کے مقدمہ میں یوں مذکور ہے۔

« ولد بالمدائن في غرة ذي الحجة سنة ست و ثمانين وخمسمائة، ونشأ بها، وتلقى عن شيوخها، ودرس المذاهب الكلامية فيها، ثم مال إلى مذهب الاعتزال منها، وكان الغالب على أهل المدائن التشيع والتطرف والمغالاة، فسار في دربهم،

وتقيل مذهبهم، ونظم القصائد المعروفة بالعلويات السبع على طريقتهم، وفيها غالى وتشيع، وذهب به الاسراف في كثير من أبياتها كل مذهب، يقول في أحدها..... »

ورأيت دين الاعتزال وأنني *
أهوى لأجلك كل من يتشيع *
(شرح ابن حديد مقدمه المحقق:،)14

ترجمہ: "ابن ابی الحدید مدائن میں پیدا ہوا۔ اس کا سن پیدائش 586 ھ ہے۔ اور مدائن میں پرورش پائی۔ اور اسی کے شیوخ سے استفادہ کیا۔ اور مذہب کلامیہ پڑھا۔ پھر اعتزال کی طرف پلٹ گیا۔ ان دنوں اہل مدائن میں شیعیت غالب تھی۔ اور اس بارے میں غلو اور ادھر ادھر کی بہت سی باتیں ان میں موجود تھیں۔ اس نے بھی ان کی روش اختیار کی۔
اور ان کے مذہب کو اپنا لیا۔ اس نے "علویات" نامی مشہور قصیدے بھی لکھے۔ جن میں اہل مدائن کے معتقدات بھی بیان کئے۔ ان میں اس نے غلو بھی کیا۔ اور تشیع کا اظہار بھی۔ ان قصائد میں بہت سے اشعار میں مذہب اعتزال کا اعتراف کیا اور ان قصائد میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

"میں نے مذہب اعتزال اختیار کیا، اور تیری وجہ سے ہر اس شخص سے محبت کرتا ہوں جو تشیع رکھتا ہے۔"

لمحہ فکریہ:

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ابن حدید از خود اقراری ہے۔ کہ وہ معتزلی شیعہ تھا۔ کیونکہ جس علاقہ میں اس کی نشونما ہوئی۔ ان لوگوں میں یہ مرض بکثرت تھا۔ اس نے نہج البلاغہ کی شرح لکھی۔ جسے "شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید" کہا جاتا ہے۔ یہ شرح اس دور کے ایک وزیر ابن علقمی نامی کے کہنے پر لکھی گئی۔ جو شیعہ تھا۔ سات مشہور قصیدے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھے گئے۔ وہ بھی اسی وزیر کی فرمائش تھی۔
قادئین کرام نہج البلاغہ کی شرح لکھنے کا حکم بھی شیعہ وزیر دے اور لکھنے والا خود اپنا شیعہ ہونا تسلیم کرے تو پھر یہ کیونکر ممکن کہ اس شرح کو وہ مسلک اہلسنت کے مطابق اور انکے معتقدات کے موافق تحریر کرے۔ وزیر موصوف کہ جس کے حکم پر یہ سب کچھ ابن ابی الحدید نے کیا۔ ذرا اس بارے میں شیعہ کتب سے حوالہ ملاحظہ کریں، کہ وہ کس مسلک کا آدمی تھا۔؟

« (شرح النهج) للشيخ عز الدين أبي حامد عبد الحميد بن هبة الله ابن أبي الحديد المعتزلي المولود في المدائن سنة 586 والمتوفى ببغداد سنة 655 هو في عشرين جزء طبع بطهران جميعها في مجلدين في سنة 1270 وطبع بعد ذلك في مصر

وغيرها مكررا، وقد الفه للوزير مؤيد الدين أبي طالب محمد الشهير بابن العلقمي وكتب له إجازة روايته، وقد رأيت صورة الإجازة في آخر بعض أجزائه في مكتبة الفاضلية قبل هدمها ولعلها نقلت إلى الرضوية، كما أنه نظم القصائد (السبع العلويات) المطبوعة بإيران في سنة 1317 أيضا للوزير ابن العلقمي وقد رأيت نسختها التي كانت عليها خط ابن العلقمي في مكتبة العلامة الشيخ محمد السماوي » (الذريعه الى تصانيف الشيعه: 158,159/14).

ترجمہ: "نہج البلاغہ کی شرح "ابن ابی الحدید" جسے شیخ عزالدین ابو حامد الحمید بن ہبۃ اللہ ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا۔ یہ شارح مدائن میں 586 ھ میں پیدا ہوا۔ اور 655 کو بغداد میں فوت ہوا۔ اس کی بیس جلدیں ہیں۔ 1270 س میں تہران میں یہ شرح دو جلدوں میں چھپی پھر مصر اور دوسرے شہروں میں کئی مرتبہ چھپی۔ یہ شرح ابن ابی الحدید نے اپنے دور کے ایک وزیر موید الدین ابی طالب محمد کے حکم پر لکھی۔
جو "ابن علقمی" کے لقب سے مشہور تھا۔ مصنف نے وزیر موصوف کو اس کتاب کی روایت کی بھی اجازت دی۔ میں نے اس اجازت نامے کی تحریر خود مکتبہ فاضلیہ میں دیکھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ کہ مکتبہ فاضلیہ ابھی قائم تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس مکتبہ کی بربادی سے کچھ عرصہ پہلے یہ منتقل ہو کر مکتبہ رضویہ میں چلی گئی ہو۔ اسی طرح ابن حدید نے وزیر ابن علقمی کی فرمائش پر سات قصیدے بھی لکھے۔ جو 1317 س میں ایران میں طبع ہوئے۔ میں نے وہ نسخہ بھی دیکھا کہ جس پر ابن علقمی کی تحریر تھی۔ یہ علامہ شیخ محمد سماوی کے مکتبی میں تھا"۔

« (ابن العلقمي) هو الوزير أبو طالب مؤيد الدين محمد بن محمد (احمد خ ل) بن علي العلقمي البغدادي الشيعي، كان وزير المستعصم آخر خلفاء بني العباس وكان كاتبا خبيرا بتدبير الملك ناصحا لأصحابه، وكان امامي المذهب صحيح الاعتقاد رفيع الهمة محبا للعلماء والزهاد كثير المبار ولأجله صنف ابن أبي الحديد شرح النهج في عشرين مجلدا والسبع العلويات، توفي في 2 جمادي الآخرة سنة 656 (خون). وقد يطلق على ابنه شرف الدين أبي القسم علي بن محمد » (الكنى الالقاب: 362/1)

ترجمہ: "ابن علقمی" یعنی ابو طالب موید الدین محمد بن محمد بن علی العلقمی البغدادی الشیعی معتصم کا وزیر تھا۔ جو کہ بنی عباس کے خلفاء میں سے سب سے آخری خلیفہ تھا۔ یہ وزیر کاتب تھا۔ ملکی معاملات کو بخوبی سمجھتا تھا۔ اپنے دوستوں کا خیر خواہ تھا۔ مذہب میں کٹر امامی شیعہ تھا۔ ہمت کا بلند اور علماء و زہاد سے محبت کرنے والا تھا۔ اسی کیلئے ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح لکھی اور سات مشہور قصیدے بھی اسی کے حکم پر لکھے۔ ابن علقمی 2 جمادی آخرۃ 656 ھ کو فوت ہوا۔ اس کا ایک بیٹا تھا

جسے شرف الدین ابو القاسم علی بن محمد کہتے ہیں۔"

لمحہ فکریہ:

اوپر جن دو کتب کے حوالہ جات نقل کیے گئے ہیں۔ یہ اہل تشیع کی معتبر اور مستند کتابوں میں سے ہیں۔ اور ان دونوں کتابوں کی تصنیف و تالیف کا مقصد بھی یہی تھا۔ کہ کتب شیعہ کی نشاندہی کی جائے۔ لہٰذا کتاب الکنی والالقاب اور الذریعہ سے اس وزیر کا شیعی ہونا ثابت ہو گیا، جس نے ابن ابی الحدید سے نہج البلاغہ کی شرح لکھوائی۔ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی شان میں قصیدے کہلوائے۔ بعض کتب میں تو اس امر کی تصریح بھی موجود ہے کہ وزیر موصوف نے ابن ابی الحدید کو مذکور شرح لکھنے پر ایک لاکھ دینار بھی دیئے تھے۔ علاوہ ازیں اور بھی تحائف دیئے گئے۔ اس کی تفصیل علامہ نور بخش توکلی مرحوم نے "تحفہ شیعہ" ص 133 پر لکھی ہے۔

اس قدر خطیر رقم دینا اس امر کی دلیل ہے کہ ابن ابی الحدید نے اس شرح میں وہی کچھ لکھا جو وزیر ابن العلقمی کو پسند و مقبول تھا۔ اور ایک کٹر اماہی شیعہ یہ کیسے پسند کر سکتا ہے کہ اس کی فرمائش پر لکھی جانے والی کتاب میں شیعوں کے بجائے سنیوں کے عقائد و خیالات درج ہوں۔ ان سات قصائد میں سے ایک کے شعر میں خود ابن ابی الحدید نے اس امر کی وضاحت بھی کر دی ہے، کہ وہ شیعہ ہے اور ہماری کتب اہلسنت میں ابن ابی الحدید کو شیعی بالتصریح لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

« فقد شرحه:عز الدين: عبد الحميد بن هبة الله المدائني، كاتب الشاعر الشيعي. في عشرين مجلدا. وتوفي: سنة ٦٥٥ه » كشف الظنون: 1991/2)

ترجمہ: " (نہج البلاغہ) کی ایک شرح عزالدین عبد الحمید بن ہبۃ اللہ المدائنی شیعی نے لکھی۔ جو بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا انتقال 655 ھ میں ہوا۔"

حافظ ابن کثیر کی نص کہ ابن حدید غالی شیعہ ہے:

« عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ هِبَةِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ، أَبُو حَامِدِ بْنِ أَبِي الْحَدِيدِ، عِزُّ الدِّينِ الْمَدَائِنِيُّ
الْكَاتِبُ الشَّاعِرُ الْمُطَبِّقُ الشِّيعِيُّ الْغَالِي، لَهُ شَرْحُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ فِي عِشْرِينَ مُجَلَّدًا... وَكَانَ حَظِيًّا عِنْدَ الْوَزِيرِ ابْنِ الْعَلْقَمِيِّ، لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ الْمُنَاسَبَةِ وَالْمُقَارَبَةِ وَالْمُشَابَهَةِ فِي التَّشَيُّعِ » (البدايه والنهايه: 354/17)

ترجمہ: "عبد الحمید بن ہبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن الحسین ابو حامد بن ابی الحدید عز الدین المدائنی جو کاتب اور مکمل شاعر اور غالی شیعہ ہے۔ اس کی ایک کتاب شرح نہج البلاغہ بیس جلدوں پر مشتمل ہے...... وزیر ابن العلقمی (شیعی) کے ہاں اس کا بڑا مقام تھا۔ کیونکہ شیعہ ہونے کی وجہ سے دونوں دونوں میں مناسبت اور مقاربت تھی۔"

نوٹ:

اب فرمائیے! ابن ابی الحدید کے شیعہ ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔ جبکہ شیعہ سنی علماء نے بالاجماع ابن حدید کو شیعہ کہہ دیا ہے۔ اب اس کو سنی بنا کر الزامات قائم کرنا یہ بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے۔

قارئین کرام! نقوی دھوکے باز کی جانب سے پیش کی گئیں کتب میں سے جو شیعہ کتب تھیں جو اس نے سنیوں کے کھاتے میں ڈالنے کی مذموم کوشش کی اس کا ہم نے پردہ فاش کیا۔ اس حوالے سے مزید وہ کتب جو روافض سنیوں کے کھاتے میں ڈالتے ہیں ان کی اصلیت معلوم کرنے کیلئے حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمہ اللہ تعالی علیہ کی تصنیف "میزان الکتب" سے استفادہ فرمائیں۔

اس جاہل دھوکے باز نقوی نے اپنی ویڈیو میں کچھ ایسی کتب کا نام لیا جن میں اس واقعے کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں۔ مثلاً بخاری، مستدرک، مسند احمد وغیرہ۔۔ ان سے فضائل کی روایات بیان کرکے اس کو بھی اس مکذوبہ واقعہ کے حوالہ جات کی گنتی میں شمار کر رہا تھا تاکہ سادہ لوح عوام کو بیوقوف بنائے کہ جاہل نقوی صاحب بہت بڑے عالم ہیں۔ سنیوں کی کتابوں کے اتنے حوالے دے دیئے۔۔۔

اس کے بعد باقی جو کتب بچتی ہیں جنکا حوالہ نقوی نے اس مکذوبہ واقعہ کے ثبوت میں پیش کیا۔ ان میں بعض وہ کتب ہیں جن میں بطور تردید یا کسی باطل فرقہ کے عقائد کی فہرست میں بیان کیا گیا کہ اس باطل فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کو آگ لگانے کی دھمکی دی۔۔۔ یا اسماء الرجال کی کتب میں کسی جھوٹے یا منکر الحدیث شخص کے ترجمے کے تحت اس کی بیان کردہ جھوٹی روایات میں بھی اس مکذوبہ روایت کو ذکر کیا گیا۔ لیکن ایسے حوالوں کو بھی نقوی صاحب نے اپنے مذموم مقاصد کیلئے بطور حوالہ پیش کر دیا۔ اس عمل اور جہالت سے جاہل نقوی کی جہاں علمی حیثیت واضع ہو رہی ہے دوسری طرف پوری شیعیت کا اصلی چہرہ بھی واضع ہو رہا ہے۔ کہ یہ لوگ جنکو حجۃ اللہ اور پتہ نہیں کیا کیا اور کیسے کیسے القابات سے بلاتے ہیں ان کا علمی معیار کتنا گھٹیا ہوتا ہے۔ خیر جھوٹ اور کذب بیانی (تقیہ) تو ان کے مذہب میں فرض و واجب کا درجہ رکھتا ہے تو یہ ایسا کیوں نہ کریں۔۔ خیر اب ہم باری باری ان کتب کی روایات پر تبصرہ کریں گے جن میں یہ روایتِ مکذوبہ و موضوعہ بطور تردید بیان کی گئی۔۔

ان کتب کا ذکر جن میں یہ روایت مکذوبہ بطور تردید بیان ہوئے؛

1: الوافی بالوفیات:

یہ کتاب صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ الصفدی (ت 764 ھ) کی تصنیف ہے۔ نقوی صاحب نے کمال دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے۔ اس کتاب کی عبارت کو بھی اپنے مذموم اور مکذوبہ موضوعہ نظریہ کے اثبات میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ نقوی نے یہ کہا کہ اس میں مذکور ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن پر مارا تو انکے پیٹ میں موجود محسن کا اسقاط ہو گیا" (معاذ اللہ)۔ اب اس دھوکے باز کی دھوکے بازی دیکھو۔ یہ امام الصفدی نے اس کتاب میں ایک شخص جس کا ذکر کرتے ہوئے جس کا نام "النظام المعتزلی" ہے کے ترجمے میں اس کے عقائد و نظریات کی فہرست میں اس واقعہ کا ذکر کیا کہ کہ النظام المعتزلی کا یہ نظریہ تھا کہ حضرت عمر نے (معاذ اللہ) سیدہ کے بطن پر مارا جس سے ان کے پیٹ میں موجود ان کے بیٹے محسن کا اسقاط ہو گیا۔(معاذ اللہ) اس کو صفدی نے بطور روایت یا بطور واقع نقل نہیں کیا بلکہ نظام جس کے نام سے ایک پورا فرقہ بنا اور اس کے پیروکاروں کو "النظامیہ" کہا جاتا تھا۔ ان کے عقائد کی فہرست میں بیان کیا کہ انکے یہ یہ عقائد ہیں۔ یہ بحث ہم "الملل والنحل" کے تحت تفصیلا ذکر کر چکے ہیں۔۔ لیکن "الوافی بالوفیات" کی ایک دو عبارات بھی پیش کر دیتے ہیں تاکہ قارئین کو حقیقت سمجھنے میں آسانی ہو۔

« (النظام المعتزلي):إِبْرَاهِيم بن سيار بن هَانِئ الْبَصْرِيّ الْمَعْرُوف بالنظام ..... فطالع كتب الفلاسفة وخلط كَلَامهم بِكَلَام الْمُعْتَزلَة وَصَار رَأْسا فِي الْمُعْتَزلَة وَإِلَيْهِ تنْسب الطَّائِفَة النظامية » .... (12/6)

ترجمہ: "النظام المعتزلی ہے: (اسکا نام) ابرہیم بن سیّار بن ھانی البصری ہے جو کہ "النظام" کے نام سے معروف ہے.......اس نے فلاسفہ کی بہت سی کتب کا مطالعہ کیا۔ اور اس نے فلاسفہ اور معتزلہ کے کلام میں خلط ملط کر دیا اور یہ معتزلہ میں ایک پیشوا بن گیا اور اس کی طرف منسوب فرقے کا نام "النظامیہ" ہے....

« وَمِنْهَا ميله إِلَى الرَّفْض ووقوعه فِي أكَابِر الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم وَقَالَ نَص النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم على أَن الإِمَام عَلّي وعينه وَعرفت الصَّحَابَة ذَلِك وَلَكِن كتمه عمر لأجل أبي بكر رَضِي الله عَنْهُمَا وَقَالَ إِن عمر ضرب بطن فَاطِمَة يَوْم لبيعة حَتَّى أَلْقَت المحسن من بَطنهَا وَوَقع فِي جَمِيع الصَّحَابَة » ...... (15/6)

ترجمہ: "اور اس کا رجحان رفض کی طرف تھا۔ اور اکابر صحابہ کی گستاخیاں کرتا تھا، اور کہتا تھا کہ امامت علی پر نبی کریم نے نص فرمائیٔ ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور صحابہ جانتے ہیں۔ لیکن حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کیلئے چھپایا اور کہا کہ بیعت کے دن حضرت عمر نے سیدہ فاطمہ کے بطن پر مارا اور محسن کا اسقاط ہو گیا(معاذ اللہ) اور یہ سارے صحابہ کے بارے میں گستاخیاں کرتا تھا۔"

«وَقد ذهب جمَاعَة من الْعلمَاء إِلَى أَن النظام كَانَ فِي الْبَاطِن على مَذْهَب البراهمة الَّذين يُنكرُونَ النُّبُوَّة وَأَنه لم يظْهر ذَلِك خوفًا من السَّيْف فكفره مُعظم الْعلمَاء وكفره جمَاعَة من الْمُعْتَزلَة حَتَّى أَبُو الْهُذيْل والإسكافي وجعفر ابْن حَرْب كل مِنْهُم صنف كتابا فِي تكفيره وَكَانَ مَعَ ذَلِك فَاسِقًا مدمناً على الْخُمُور » (الوافي بالوفيات:/)156

ترجمہ: "علماء کی ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ نظام باطنی طور پر براہمہ مذھب رکھتا تھا جو نبوت کے منکرین ہیں۔ اور تلوار کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ اکثر علماء نے اس کے بارے میں کفر کا قول کیا۔اور معتزلہ کی ایک علماء کی جماعت نے بھی اس کے کفر پر قول کیا ہے۔ حتیٰ کہ ابو ھذیل اور اسکافی اور جعفر ابن حرب سب نے اس کی تکفیر میں کتابیں لکھیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ فاسق اور شراب کا عادی بھی تھا۔"

یہ تھی وہ حقیقت جو کتاب میں مذکور تھی۔ جس کو نقوی نے نظر انداز کر کے اپنے مطلب کے دو لفظ نکالے اور عوام کو گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی۔ اب اس تصنیف میں مصنف نے ابراہیم بن سیار کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا کہ وہ معتزلی تھا پھر اس نے فلاسفہ کی کتب پڑھیں تو اعتزال اور فلسفہ کو خلط ملط کر دیا۔ پھر اس کے نام پر ایک پورا فرقہ بنا جسکو "النظامیہ" کہا جاتا تھا۔ اور یہ بھی کہ اس کا رجحان رفض کی طرف تھا نص امامت کا قائل تھا جیسا کہ شیعوں کا عقیدہ ہے۔ اور بڑے بڑے صحابہ کی گستاخیاں کرتا تھا۔ اور یہی کہتا تھا کہ حضرت عمر نے سیدہ کے پیٹ پر مارا (معاذ اللہ) اور علماء کی جماعت کا اس کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ براھمہ کا مذھب اختیار کیے ہوئے ہے۔ جو نبوت کے منکر ہیں۔ لیکن صرف گردن اترنے کے خوف سے یہ ظاہر نہیں کرتا۔ پھر اکثر علماء اور خود جس فرقہ معتزلہ کی طرف یہ منسوب ہے انہوں نے بھی اس پر کفر کے فتوے لگائے حتی کہ اس کی تکفیر میں کتابیں لکھی گئیں۔ اور آخر میں یہ بھی کہا گیا کہ یہ فاسق بھی تھا اور شراب کا عادی تھا۔ اب صفدی نے یہ سب باتیں اس کی تردید میں لکھیں اسکو گمراہ کافر اور بددین اور گستاخ صحابہ لکھا۔ لیکن شیعوں کے آیت اللہ نقوی جاہل صاحب نے اس کو بھی اپنے رزیل مقاصد کی تکمیل کیلئے بطور حوالہ پیش کر دیا۔ جن لوگوں کا علمی میعار اس درجہ گھٹیا اور بیہودہ ہو ان لوگوں کے عقائد و نظریات کا کیا عالم ہو گا۔ اس نقوی کو اتنی شرم بھی نہ آئی کہ مصنف کس مقصد و کس پیرائے میں وہ عبارت نقل کر رہا ہے اور میں اس کو بطور دلیل کے پیش کر رہا ہوں ۔ یہ تو ایسی طرح ہے کہ کل یہ میری کتاب جو میں ابھی لکھ رہا ہوں اس میں بھی میں نے وہ عبارت نقل

کر دی ہے۔ کل کو یہ نہ ہو ہو کہ کوئی شیعہ نیا آیت اللہ اٹھے اور اس کتاب کو بھی بطور حوالہ پیش کرنا شروع کر دے۔ اور یقینا یہ ان سے بالکل بھی بعید نہیں ہے۔۔

2: لسان المیزان:

3: میزان الاعتدال:

"لسان المیزان" ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد حجر عسقلانی (ت 852 ھ) کی تصنیف ہے اور "میزان الاعتدال" شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی (ت 748 ھ) کی تصنیف ہے۔ ان دونوں کتب کے حوالے سے بھی نقوی دھوکے باز نے اپنی شیطانیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو بھی بطور دلیل پیش کیا۔ اور خود ہی اپنے ہاتھوں سے اپنی جہالت کا پردہ فاش کر دیا۔ یاد رہے یہ دونوں کتابیں اسماء الرجال کی ہیں۔ جن میں راویوں پر جرح کی گئی ہے انکے احوال بیان کیے گئے ہیں کون راوی ثقہ وصادق ہے اور کون ضعیف و کذاب ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بھی گزشتہ صفحات میں بیان کی گئی کتاب "الوافی بالوفیات" کی طرح ایک رافضی و کذاب راوی کے ترجمہ کے تحت اس کی گھڑی ہوئی روایات کی فہرست میں یہ واقعہ بھی ذکر کیا گیا کہ اس رافضی اور کذاب نے یہ روایت گھڑ کر سیدہ پاک رضی اللہ عنہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ ہم ان کتابوں میں سے عبارات پیش کریں گے جن سے واضح ہو جائے گا کہ جس شخص نے ان کتابوں سے یہ عبارت بطور دلیل کے پیش کی ہیں وہ عالم تو کیا علم کے لفظی معنی سے بھی جاہل بلکہ جاہلوں کا سردار ہے یا پھر وہ اپنی اندر چھپی کمینگی اور بغض صحابہ کی وجہ سے مجبور ہے کہ کسی طرح بھی چاہے جیسے بھی ہوں صحابہ کے خلاف بھونکنا ہے۔ اس کیلئے چاہے کچھ بھی کرنا پڑے۔ خیر آئیں کتب کی عبارات کی طرف چلتے ہیں۔۔۔امام حجر عسقلانی اور امام ذہبی کیا لکھتے ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں؟

« "أحمد" بن محمد بن السري بن يحيى بن أبي دارم المحدث أبو بكر الكوفي الرافضي الكذاب مات في أول سنة سبع وخمسين وثلاث مائة. . . . روى عنه الحاكم وقال رافضي غير ثقة وقال محمد بن أحمد بن حماد الكوفي الحافظ بعد أن أرخ موته كان مستقيم الأمر عامة دهره ثم في آخر أيامه كان أكثر ما يقرأ عليه المثالب حضرته ورجل يقرأ عليه أن عمر رفس ١ فاطمة حتى أسقطت بمحسن. . . . ثم إنه حين أذن الناس بهذا الاذان المحدث وضع حديثاً متنه: تخرج نار من قعر عدن تلتقط مبغضي آل محمد، ووافقته عليه وجاءني ابن سعيد في أمر هذا الحديث، فسألني، فكبر عليه، وأكثر الذكر له

بكل قبيح، وتركت حديثه، وأخرجت عن يدي ما كتبته........تركته ولم أحضر جنازته. » (لسان الميزان: 269/1) (ميزان الاعتدال: 139/1)

ترجمہ: "احمد بن محمد السری بن یحییٰ بن ابی دارم محدث تھا۔ اس کی کنیت ابو بکر تھی۔ اور یہ رافضی کذاب تھا۔357 ھ کے شروع میں فوت ہوا۔....امام حاکم نے بھی اس سے روایت کی اور (امام حاکم نے کہا) یہ رافضی ہے اور ثقہ نہیں۔

محمد بن احمد کوفی نے اس کی تاریخ وفات بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ زیادہ عرصہ اس معاملہ ٹھیک رہا پھر آخری ایام میں اس نے بکثرت وہ روایات نقل کرنا شروع کر دیں، جن کو اس کے سامنے پڑھا گیا تھا، اور جن میں (صحابہ کرام پر تنقید) کی گئی تھی۔ ایک دفعہ میں اس کے پاس موجود تھا ایک شخص نے اس کے سامنے یہ روایت پڑھی کہ: حضرت عمر نے بی بی فاطمہ کو مارا جس کے نتیجے میں ان کے صاحبزادے محسن کا حمل ساقط ہو گیا......پھر جب لوگوں میں اذان دینے کا نیا طریقہ رائج ہوا تو اس نے ایک اور حدیث گھڑلی۔ جس کا متن یہ تھا: "عدن کے گڑھے سے ایک آگ نکلے گی، جو آل محمد ﷺ سے بغض رکھنے والوں کو نگل لے گی۔" تو میں نے اس حدیث کی موافقت کی۔ اس حدیث کے معاملے میں ابن سعید میرے پاس آیا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا تو یہ بات اسے بہت شاق گزری اور اس نے ہر برائی کے ساتھ اس کا بکثرت ذکر کیا تو میں نے اس کی حدیث ترک کر دی۔ میں نے اپنے ہاتھ کے ساتھ وہ تمام روایات نکالیں جو میں نے اس کے حوالے سے نوٹ کی تھیں۔..... پھر میں نے اسے ترک کر دیا، اور اس کے جنازے میں بھی شریک نہیں ہوا۔"

یہ ہیں وہ اصل عبارات جن میں سے دو لفظوں کو لے کر نقوی نے دھوکے بازی سے کام لیتے ہوئے اپنے مذموم عقائد کو تقویت پہنچانے کی کوشش کی۔ اسے سب نے رافضی اور کذاب اور جھوٹی روایات گھڑنے اور بیان کرنے والا بتایا۔ اور امام ذہبی اور امام ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتب میں اس رافضی و کذاب راوی کی روایات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

4: تحفہ اثنا عشریہ:

یہ کتاب حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔ مصنف نے یہ کتاب روافض (شیعوں) کے رد میں لکھی جس میں انہوں نے شیعہ مذہب کی ابتداء، ان کے بیشمار فرقوں، شیعوں کے اسلاف و علماء اور انکی کتابیں و احادیث اور انکے راویوں کے حالات، اور انکے مکروفریب کے طریقے جن سے وہ سادہ لوح مسلمانوں کو اپنی طرف لاتے ہیں۔ الوہیت، نبوت، معاد اور امامت کے بارے میں انکے عقائد اور انکے پوشیدہ فقہی مسائل، صحابہ کرام، ازواج مطہرت اور اہلبیت کے متعلق ان کے عقائد و اقوال، انکے جھوٹ، مکائد ومطاعن، اور ان کے اوہام اور تعصبات کی تفصیل۔۔ غرض اس کتاب میں اس موضوع کے تمام مباحث جمع کر دیئے ہیں۔ اب یہ کتاب شیعوں کے رد میں لکھی گی اور صحابہ پر شیعوں کی طرف سے کیے جانے والے مطاعن کے جوابات کے باب میں یہ بات بطور طعن کے لکھ کر

پھر اس کا جواب دیتے ہوئے کیا لکھتے ہیں۔۔ملاحظہ فرمائیں۔۔
"دوسرا طعن و عتراض یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جناب سیدہ الزہرا رضی اللہ عنہ کا مکان جلایا دیا۔ اور آپ کے پہلوئے مبارک میں تلوار کا کچوکا دیا کہ اس صدمہ سے آپکا حمل ساقط ہو گیا۔ یہ قصہ سراسر بہتان اور بدترین افتراء اور جھوٹ ہے اسکی کوئی اصلیت نہیں۔ اس لئے امامیہ حضرات کی اکثریت اس قصہ کی قائل ہی نہیں۔ اتنا کہتے ہیں۔ کہ گھر جلانے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ ارادہ عمل میں نہیں آسکا۔ حالانکہ قصد و ارادہ دل کی کیفیت ہے۔ جس پر خدا کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا"۔ (تحفہ اثناء عشریہ اردو مترجم: 8-56)
خدا جانے کہ ان شیعوں کی فطرت میں کیا شامل ہے کہ جہاں مصنف ایک واقعہ کو جھوٹ اور کذب پر مبنی قرار دے رہا ہے۔ اس کو بھی اپنی دلیل کے طور پر پیش کر دینے میں ان کو کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔ سچ کہا تھا کسی بزرگ نے کے۔
"کہ خدا جب دین لیتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے۔"
ان جاہلوں نے جہالت کی انتہاء کر دی۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے اس کو بطور شیعوں کے مطاعن جو انہوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر کیئے ان میں ذکر کرکے پھر اس کا جواب دیا کہ یہ قصہ جھوٹا اور من گھڑت ہے۔ جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اب ایسی عبارات جو خود روافض کے رد میں لکھی گئیں ہوں ان کو اپنے گندے مذہب کے لئے دلیل بنا لینا شہنشاہ نقوی اور ان جیسے خبیث الفطرت لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ اور کمال انداز میں اس شخص نے دھوکہ دیا عوام اہلسنت کو کہ جب میں نے اس کی یہ ویڈیو دیکھی تو پہلے عوام اہلسنت کے ساتھ ہمدردی کا اظہار اور معذرت کی جا رہی تھی کہ میرے سنی بھائیوں میرا مقصد آپکی دل آزاری نہیں میں معافی چاہتا ہوں۔ ایک طرف یہ انداز اور دوسری طرف کمال کی دھوکے بازی اس طرح کی اپنے ہی رد میں لکھی جانے والی عبارات اور تو اور جو کتاب شیعہ مصنفین کی ہیں۔ جن کا شیعہ علماء نے شیعہ ہونا تسلیم کیا ہے۔ ان کو بھی سنی بنا کر پیش کر رہا تھا۔ یہ کتنا متضاد اور دوغلا و منافقانہ انداز ہے۔ خیر اس جاہل و بد باطن نقوی کیلئے یہ سارے الفاظ انتہائی کم درجے کے ہیں۔۔۔ اس کو شیخ الشیطان کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ یہاں تک ان کتابوں کا بھی ذکر مکمل۔ ہوا جن میں یہ مکذوبہ روایت بطور رد کے نقل کی گئی تھی۔ اب آگے ہم ان کتابوں کا ذکر کریں گے جو کتابیں اہل سنت کی ہیں اور ان میں صرف گھر جلانے کی دھمکی کا ذکر ہے اور اسناد کے اعتبار سے بالکل موضوع روایات ہیں۔

کتب اہل سنت میں دھمکی والی روایت کی حقیقت:

محترم قارئین! اب ہم اس باب کے تحت ان روایات پر بحث کریں گے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ انہوں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کو گھر جلانے کی دھمکی دے۔
ہم ایک ایک کرکے سب روایات کو نقل کرکے ان کی حقیقت واضح کریں گے۔ ہم ان روایات کو مکمل طور پر نقل کریں گے اور تاکہ عوام الناس خود اس سے اخذ ہونے والے نتائج کو سمجھ سکے۔۔۔

1: تاریخ الطبری:

اس کتاب کا مصنف ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری ہے۔ تاریخ طبری کی روایت پیش کرنے سے پہلے ہم اس طبری کی اہل سنت کے ہاں حیثیت واضح کرنا چاہیں گے تاکہ قارئین ہمارے دلائل کو مکمل طور پر سمجھ سکیں۔ طبری کی سوانح کا مختصر سا خاکہ پیش خدمت ہے۔
اس کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا۔ جو شیعیت میں غلو رکھتا تھا۔ اس کا حقیقی بھانجا ابو بکر محمد بن عباس خوارزمی جو ایک بلند پایہ ادیب اور ہجو گو شاعر تھا۔ غالی رافضی تھا۔ اس کا باپ علاقہ خیوا کے مقام خوارزم کا رہنے والا تھا۔ اور ماں مؤرخ طبری کی بہن جریر کے گھرانے کی تھی۔ اس نے اپنے ننہال میں پرورش پائی اور وہ اپنے ماموں (ابن جریر طبري) کے رافضی مسلک ہونے کا اظہار درج ذیل اشعار میں فخریہ بیان کرتا ہے۔ یہی اشعار شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب الکنی والالقاب میں بھی درج کیے ہیں۔

« بآمل مولدي وبنحو جرير
فأخوالي ويحكي المرء خاله
فها انا رافضي عن تراث
وغيري رافضي عن كلاله » (الكنى والالقاب 22/1)

ترجمہ: "مقام آمل میری جائے پیدائش ہے۔ اور جریر کے بیٹے میرے ماموں ہیں۔ اور آدمی اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ ہاں ہاں میں جدی پشتی شیعہ ہوں۔ اور میرے سوا شیعہ کہلانے والا جدّی پشتی نہیں بلکہ دور کا شیعہ ہے۔"

نوٹ:

ان اشعار میں محمد بن عباس خوارزمی نے صاف واضح الفاظ میں کہا ہے کہ کہ آدمی اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور میں جدی پشتی شیعہ ہوں۔ یعنی اس کا ماموں ابن جریر (طبری کا مصنف) بھی شیعہ ہے۔ اور اگر وہ شیعہ نہ بھی ہو تو شیعہ گھرانے سے تعلق بہت گہرا لگتا ہے۔ اور یقینا اگر یہ پکا سنی ہوتا تو اسے شیعی عقائد سے نفرت ہوتی اور پھر اس کا بھانجا

جو خود شیعہ ہونے کا اقرار کر رہا ہے۔ وہ کبھی بھی اپنے اشعار میں خود کو اپنے ماموؤں (ابن جریر) کے مشابہ نہ کہتا۔ اس سے واضح ہوا کہ ابن جریر یا تو خود شیعہ تھا یا شیعہ گھرانے سے گہرے تعلقات کی بنا پر اس پر شیعیت کے اثرات تھے۔۔ اب آگے چلتے ہیں اور ابن جریر کے ہم عصر لوگوں کے اس کے بارے میں نظریات دیکھتے ہیں کہ اس دور کے لوگ عوام الناس یعنی جو سنی تھے، وہ ابن جریر کے بارے میں کیا خیالات رکھتے تھے۔

«أَبُو جَعْفَرِ بْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِي ..... وَقَدْ كَانَتْ وَفَاتُهُ وَقْتَ الْمَغْرِبِ مِنْ عَشِيَّةِ يَوْمِ الْأَحَدِ لِيَوْمَيْنِ بَقِيَا مِنْ شَوَّالٍ مِنْ سَنَةِ عَشْرٍ وَثَلَاثِمِائَةٍ. وَقَدْ جَاوَزَ الثَّمَانِينَ بِخَمْسٍ أَوْ سِتِّ سِنِينَ وَفِي شَعْرِ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ سَوَادٌ كَثِيرٌ، وَدُفِنَ فِي دَارِهِ: لِأَنَّ بَعْضَ الرَّعَاعِ مِنْ عَوَامِّ الْحَنَابِلَةِ مَنَعُوا مِنْ دَفْنِهِ نَهَارًا وَنَسَبُوهُ إِلَى الرَّفْضِ...... وَلَمَّا تُوُفِّيَ اجْتَمَعَ النَّاسُ مِنْ سَائِرِ الْبَلَدِ وَصَلَّوْا عَلَيْهِ بِدَارِهِ وَدُفِنَ بِهَا.......» (البدایہ والنہایہ: 848/14)

ترجمہ: "ابو جعفر جریر طبری۔۔۔۔ کی وفات بوقت مغرب ہفتہ کے دن ہوئی۔ جبکہ 310 ہجری مکمل ہونے کو صرف دو دن باقی تھے۔ بوقت انتقال ابن جریر کی عمر پچاسی چھیاسی برس تھی۔ اور اس کے سر اور داڑھی کے بال اکثر سیاہ تھے۔ اپنے گھر میں ہی دفن کیے گئے۔ کیونکہ کچھ حنبلی حضرات نے دن کے وقت انہیں دفن ہونے سے روک دیا تھا۔ اور انہیں رافضیوں کی طرف منسوب کیا تھا........جب فوت ہوئے تو تمام اطراف کے لوگ بغداد میں جمع ہو گئے۔ اور اس گھر میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ جس میں انہیں دفن کیا گیا۔"

«أَنَّهُ يَقُولُ بِجَوَازِ مَسْحِ الْقَدَمَيْنِ فِي الْوُضُوءِ وَأَنَّهُ لَا يُوجِبُ الْغَسْلَ، وَقَدِ اشْتُهِرَ عَنْهُ هَذَا » (البدایہ والنہایہ: 849/13)

ترجمہ: "ابن جریر وضو کے دوران پاؤں کے مسح کا قول کیا کرتا تھا۔ اور ان کا دھونا واجب نہیں سمجھتا تھا۔ اور یہ بات اس کی بہت مشہور تھی۔"

اس کے بارے میں ابن جریر کا قول اُس کی تفسیر سے بھی ملاحظہ فرمائیں۔۔

«عن عكرمة قال: ليس على الرجلين غسل، إنما نزل فيهما المسح. عن أبي جعفر، قال: امسح على رأسك وقدميك...... والصواب من القول عندنا في ذلك، أن الله عزّ ذكره أمر بعموم مسح الرجلين بالماء في الوضوء، كما أمر بعموم مسح الوجه بالتراب في التيمم » (تفسیر طبری: 62/10)

ترجمہ: "حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ پاؤں کا دوران وضو دھونے کا حکم نہیں ہے بلکہ ان کا مسح کرنا نازل ہوا ہے۔ امام ابو جعفر کہتے ہیں۔ کہ اپنے سر اور دونوں قدموں پر مسح کیا کرو۔ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ پاؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے عام مسح کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس طرح تیمم

نوٹ:

شیعہ سنی فقہ کے مابین مختلف مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اہل سنت وضو کے دوران پاؤں کے دھونے کے قائل ہیں۔ اور اہل تشیع ان پر مسح کے قائل ابن جریر نے شیعہ مسلک کو صواب قرار دے کر اپنی شیعیت بیان کر دی۔

ابن جریر کی تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری) بہت مشہور تصنیف ہے۔ اس کتاب کا تقریبا ایک چوتھائی حصہ ابو مخنف لوط بن یحیٰی سے مروی ہے۔ جو کٹر شیعہ تھا۔ ایک دو حوالہ جات پیش کر دیتا ہوں تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی شک کی گنجائش باقی نہ رہے۔ پہلے ہم ایک حوالہ سنی کتاب کا پیش کر کے اس کے بعد شیعہ علماء کی ابو مخنف کے بارے میں تصریحات پیش کریں گے جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ ابو مخنف کٹر امامی شیعہ ہے۔

«لوط بن يحيى، أبو مخنف، أخباري تالف، لا يوثق به تركه أبو حاتم وغيره. وقال الدارقطني: ضعيف. وقال ابن معين: ليس بثقة. وقال - مرة: ليس بشيء. وقال ابن عدي: شيعي محترق، صاحب أخبارهم »
(ميزان الاعتدال: 420/3)

ترجمہ: "لوط بن یحیٰی ابو مخنف قصے کہانیاں بیان کرنے والا غیر معتبر راوی ہے۔ ابو حاتم نے اس کی روایات کو ترک کر دیا۔ دار قطنی نے اسے ضعیف کہا۔ یحیٰی بن معین اسے غیر ثقہ کہتے ہیں۔ مرۃ اسے لیس بشئ اور ابن عدی نے اسے شیعی کہا۔ اور سخت جلا بُھنا قصہ گو تھا۔"

امام ذہبی نے اسے انتہائی ضعیف، متروک الروایات، غیر ثقہ، کہانی باز، اور شیعہ لکھا ہے۔ اوراس بندے سے ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ کا ایک چوتھائی حصہ نقل کیا تو کیا اس میں شیعیت کے اثرات نہیں تھے۔ آیئے اب ابو مخنف کے بارے شیعہ علماء کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

« (أبو مخنف) لوط بن يحيى بن سعيد بن مخنف بن سليم الأزدي شيخ أصحاب الاخبار بالكوفة ووجههم كما عن (جش) وتوفي سنة 157، يروي عن الصادق "ع"، ويروي عنه هشام الكلبي. وجده مخنف بن سليم صحابي شهد الجمل في أصحاب علي "ع" حاملا راية الأزد فاستشهد في تلك الوقعة سنة 36، وكان أبو مخنف من أعاظم مؤرخي الشيعة » (الكنى والالقاب: 155/1)

ترجمہ: "ابو مخنف لوط بن یحیٰ ازدی کوفہ کے ان بڑے لوگوں میں سے تھا جو واقعات اور قصہ کہانیاں بیان کرنے والے تھے یہ بات نجاشی سے منقول ہے۔ 157 ھ میں فوت ہوا۔ امام صادق رضی اللہ عنہ سے روایات کرتا ہے۔ اور اس سے آگے ہشام الکلبی نے روایت کی ہے۔ اس کا دادا مخنف بن سلیم صحابی تھا جنگ جمل میں حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کے طرفداروں میں ازد کا جھنڈا اٹھائے ہوئے شریک ہوا تھا۔ اور اسی جنگ میں شہادت پائی۔ یہ 36 ھ کا واقعہ ہے۔ خود ابو مخنف شیعی مؤرخین کے اکابر میں سے تھا۔"

« مؤلفو الشيعة في التاريخ والسير والمغازي . . . . . و أبو مخنف لوط بن يحيى الأزدي الغامدي. قال النجاشي: من أصحاب الأخبار بالكوفة و وجههم وصنف كتبا كثيرة منها: المغازي، فتوح الشام . . . . وقال ابن النديم في الفهرست: قرأت بخط أحمد بن الحارث الخزاز قالت العلماء: أبو مخنف بأمر العراق واخبارها وفتوحها يزيد على غيره، والمدايني بأمر خراسان والهند وفارس، والواقدي بالحجاز والسيرة. وقد اشتركوا في فتوح الشام واثنان من الثلاثة شيعة أبو مخنف والواقدي » (اعیان الشیعہ: 153/1)

ترجمہ: "جن شیعہ علماء نے فن تاریخ، سیرت اور مغازی پر کتب لکھیں۔ ان میں سے ایک ابو مخنف لوط بن یحیٰ ازدی غامدی بھی ہے۔ نجاشی نے کہا۔ کہ یہ کوفی کے قصہ گو لوگوں میں سے مشہور آدمی تھا۔ اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے مغازی، فتوح الشام....ابن الندیم نے فہرست میں کہا کہ؛ میں نے احمد بن الحارث خزاز کے ہاتھوں سے لکھی یہ تحریر پڑھی۔ علماء کہتے ہیں کہ عراق کے واقعات و فتوحات کے معاملہ میں ابو مخنف تمام تاریخ دانوں سے آگے ہے۔ اور مدائنی خراسان اور ہند و فارس کی تاریخ میں سبقت رکھتا ہے۔ تاریخ حجاز اور سیرت کے موضوع پر واقدی کا نمبر ہے یہ تینوں فتوح الشام میں برابر ہیں۔ ان تینوں میں سے ابو مخنف اور واقدی شیعہ ہیں۔

« جماعة من الشيعة امتازوا عن غيرهم في الرجال والتاريخ والأنساب. . . . . و أبو مخنف لوط بن يحيى الأزدي. في القاموس: اخباري شيعي » (اعیان الشیعہ: 156/1)

ترجمہ: "فن رجال، اور تاریخ اور انساب کے معاملہ میں وہ شیعہ علماء جو دوسروں سے اس فن میں ممتاز ہیں..... ان میں سے ایک ابو مخنف لوط بن یحیٰ ازدی بھی ہے۔ القاموس میں ہے کہ یہ اخباری اور شیعی تھا۔"

مقتل أمير المؤمنين ع) لأبي مخنف لوط بن يحيى، يروي عنه هشام الكلبي الذي توفي سنة . . . . . . مقتل 205 أبي عبد الله الحسين ع) لأبي مخنف. . . . . . (مقتل أبي مخنف) مر بعنوان مقتل أبي عبد الله الحسين. (الذریعہ الی تصانیف الشیعہ: 29/22)

ترجمہ: "مقتل امیر المومنین نامی کتاب ابو مخنف لوط بن یحیٰ کی تصنیف ہے اس سے ہشام کلبی نے روایت کی، جو 205 ھ میں فوت ہوا...... مقتل ابی عبد اللہ الحسین کا مصنف بھی لوط بن یحیٰ ہے۔"

نوٹ:

جیسا کہ ہر ذی علم جانتا ہے کہ آقائے بزرگ طہرانی نے الذریعہ الی تصانیف الشیعہ میں ان لوگوں کی تصانیف و تالیفات کا تذکرہ کیا ہے جو شیعہ ہوئے۔ جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ جبکہ اس کتاب میں لوط بن یحیٰ ابو مخنف کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ اسکا یہ مطلب نکلا کہ شیعہ علماء ابو مخنف اور آکی تصنیفات کو شیعوں میں ہی شامل کرتے ہیں۔ اور اسی شیعی سے ابن جریر نے اپنی کتاب کی ایک چوتھائی روایات لے کر ثابت کر دیا کہ ابن جریر بھی کہیں نہ کہیں شیعت پسند ضرور تھا۔ اور اس طرح کا متنازعہ آدمی کس طرح کسی کیلئے حجت و دلیل ہو سکتا ہے۔

توضیح:

قارئین کرام! یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ طبری نسبت والے تین آدمی مشہور ہوئے ہیں۔ اول محمد بن جریر بن رستم آملی اس شخص کے شیعہ ہونے میں کسی کو انکار نہیں۔۔الذریعہ، الکنی والالقاب، اعیان الشیعہ وغیرہ کتب وغیرہ کتب میں اس کے تشیع کی تصریح موجود ہے۔ دوم محمد بن جریر بن زید طبری یہ وہ ہیں۔ کہ جن کے بارے میں گزشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا تاریخ طبری کے مصنف اور تفسیر طبری کے مؤلف یہی ہیں۔ ان کا بظاہر شمار اگرچہ اہل سنت کے علماء میں ہوتا ہے۔ لیکن ان پر تشیع کا الزام دلائل کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ایسے اختلافی مسائل جن میں اہل سنت اور اہل تشیع کا اختلاف ہے۔ ان کی کتابوں میں اہل تشیع کی طرف جھکاؤ ہے۔ اسی بنا پر ان کی تحریرات ہم اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتیں۔ تیسرا شخص احمد بن عبد اللہ محب الدین طبری ہے جس کی مشہور تصنیف ریاض النفرہ ہے۔ ان کے حالات فی الحال نہ ہمیں لکھنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی ہم نے کتب اسمائے رجال میں انہیں تلاش کیا۔ ان تمام دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ ابن جریر اگرچہ خود شیعہ عقائد نہ بھی رکھتا ہو۔ پھر بھی اس کا شیعیت کی طرف میلان سے انکار کرنا حقائق کو پس پشت ڈالنے کے مترادف ہو گا۔ اب آتے ہیں ابن جریر کی تاریخ میں منقول روایت کی طرف ابن جریر طبری اور دیگر جن کتب میں دھمکی والی روایات منقول ہیں۔ ہیں انکو ہم باری باری نقل کر کے ان کی حقیقت معلوم کریں گے کہ ان روایات کی اصل کیا ہے۔ کیا یہ واقعی اس درجہ کی روایات ہیں جن سے استدلال کیا جا سکے۔ کیا یہ روایات فنی لحاظ سے اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کر کے ایک عظیم الشان صحابی رسول ﷺ و سیدہ فاطمہ اور مولا علی اور دیگر بنو ہاشم اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تنقیص کی جائے۔۔ تاریخ طبری کی روایت مکمل سند کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

«حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ كُلَيْبٍ، قَالَ: أَتَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَنْزِلَ عَلِيٍّ وَفِيهِ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَرِجَالٌ مِنَ

الْمُهَاجِرِينَ، فَقَالَ: وَاللَّهِ لأَحْرِقَنَّ عَلَيْكُمْ أَوْ لَتَخْرُجُنَّ إِلَى الْبَيْعَةِ فَخَرَجَ عَلَيْهِ الزُّبَيْرُ مصلتا بالسيف، فَعَثَرَ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ، فَوَثَبُوا عَلَيْهِ فاخذوه

(تاریخ « طبری: 202/3)

ترجمہ: " زیاد بن کلیب سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب علی کے مکان پر آئے وہاں طلحہ، زبیر اور بعض دوسرے مہاجر موجود تھے۔ عمر نے کہا چل کر بیعت کرو، ورنہ میں اس گھر میں آگ لگا کر تم سب کو جلا دوں گا۔ زبیر تلوار نکال کر عمر پر بڑھے مگر فرش میں پاؤں الجھ جانے کی وجہ سے گرے اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی، تب اور لوگوں نے فورا زبیر پر یورش کرکے ان کو قابو میں کر لیا۔"

اس روایت کا مرکزی راوی ابن حمید ہے۔ اور اس کا اصلی نام محمد بن حمید الرازی ہے۔ یاد رہے اسناد میں بھی بہت دھوکہ بازی کی جاتی ہے۔ کہ اب صرف ابن حمید لکھ دیا اب ابن حمید نام کے پتہ نہیں کتنے لوگ ہوں گے۔ جس کو تحقیق کرنی ہے وہ تلاش کرتا پھرے۔ لیکن جہاں دھوکے باز ہوں وہاں اللہ انکے دھوکوں کو ظاہر کرنے کیلئے بھی اپنے بندوں کا انتخاب فرما دیتا ہے۔ اس بارے میں علماء کا یہی کہنا ہے کہ یہ ابن حمید محمد بن حمید الرازی ہے۔ دیکھتے ہیں کہ اس کے بارے میں علماء نے کیا لکھا ہے۔

« مُحَمَّد بن حميد بن حيان التميمي أبو عَبد الله الرازي........وَقَال يعقوب بن شَيْبَة السدوسي: مُحَمَّد بن حميد الرازي كثير المناكير. وَقَال البُخارِيُّ: حديثه في نظر. وَقَال النَّسَائي ٤)(: ليس بثقة. وَقَال إِبْرَاهِيم بْن يعقوب الجوزجاني ٥)(: رديء المذهب غير ثقة.. عندي عن ابن حميد خمسون ألف حديث لا أحدث عنه بحرف........وَقَال أبو العباس أَحْمَد بن مُحَمَّد الأزهري ٢)(: سمعت إسحاق بن منصور يقول: أشهد على مُحَمَّد بن حميد وعُبَيد بن إسحاق العطار بين يدي الله أنهما كذابان......وَقَال صالح بن مُحَمَّد الأسدي الحافظ.....كل شيء كان يحَدَّثنا ابن حميد كنا نتهمه فيه، وَقَال في موضع آخر ٥)(: كان يأخذ أحاديث الناس فيقلب بعضه ٦)(على بعض.. ما رأيت أحدا جبلة، بالكذب من رجلين: سُلَيمان الشاذكوني، ومُحَمَّد بن حميد الرازي.......وَقَال أبو الْقَاسِمِ عَبد الله بْن مُحَمَّد بْن عَبْد الكريم الرازي ابْن أخي أبي زرعة: سألت أبا زرعة عن مُحَمَّد بن حميد فأومأ فأصبعه إلى فمه. فقلت له: كان يكذب؟ فقال برأسه، نعم........وَقَال أبو نعيم عَبد المَلِك ٢)(بْن مُحَمَّد بن عدي: سمعت أبا حاتم مُحَمَّد بن إدريس الرازي في منزله وعنده عبد الرحمن بن يوسف بن خراش وجماعة من مشايخ أهل الري وحفاظهم للحديث، فذكروا ابن حميد فأجمعوا على أنه ضعيف في الحديث جدا..» (تہذیب الکمال: 25/ 105-97)

ترجمہ: "محمد بن حمید بن حیان التمیمی ابو عبد اللہ الرازی،...... یعقوب بن شیبہ السدوسی نے کہا کہ: محمد بن حمید الرازی کثرت سے منکر (روایات) بیان کرنے والا ہے۔ امام بخاری نے فرمایا: اس کے احادیث مشکوک ہیں۔ امام نسائیؒ نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں ہے۔ ابراھیم بن یعقوب الجوزجانی نے کہا کہ: یہ بد عقیدہ غیر ثقہ ہے، اور میرے پاس ابن حمید کی پچاس ہزار روایات ہیں لیکن میں نے آگے ایک حرف بھی روایت نہیں کیا...... ابو العباس احمد بن محمد الازہری نے کہا کہ میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید اور عبید بن اسحاق العطار اللہ کے ہاں دونوں کذاب ہیں....... صالح بن محمد الاسدی الحافظ نے کہا...... ابن حمید جو کچھ بھی ہم سے بیان کرتا تھا ہم اس پر الزام لگاتے تھے۔ اور دوسری جگہ فرمایا: کہ وہ لوگوں سے اقوال لیتا اور بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیتا تھا۔ میں نے دو آدمیوں سے زیادہ جھوٹ بولنے میں ماہر شخص نہیں دیکھا۔ یہ دو آدمی سلیمان شاذکونی اور محمد بن حمید الرازی ہیں..... ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن عبدا لکریم الرازی جو ابی الزرعہ کے بھائیؒ کے بیٹے ہیں کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابی الذرعہ سے محمد حمید کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے سر ہلایا اور منہ پر انگلی رکھ دی۔ میں نے ان سے کہا: کیا وہ جھوٹ بول رہا تھا؟ انہوں نے سر ہلایا، ہاں۔..... ابو نعیم عبد المالک بن محمد بن عدی کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی سے انکے گھر میں سنا ان کے پاس عبد الرحمٰن بن یوسف بن خراش اور اہل رائے کی ایک جماعت اور حفاظ الحدیث بھی وہاں موجود تھے تو ابن حمید کا ذکر چھڑا سب نے اتفاق کیا کہ ابن حمید روایت کرنے میں بہت زیادہ ضعیف ہے۔"

یہ حالت ہے اس روایت کے مرکزی راوی کی کہ اس کو اہل رائے نے کذاب، بد عقیدہ، جھوٹ گھڑنے والا، جو کچھ کسی راوی میں خرابیاں اور خامیاں ہو سکتی ہیں وہ سب اس میں تھیں تو پھر جس روایت کے مرکزی راوی کا یہ کردار ہو اس روایت کو لے کر ایک عظیم الشان صحابی رسول ﷺ پر طعن کرنا سراسر دشمنی ہے۔ اس روایت کا دوسرا راوی جریر بن حازم بن زید بن عبد اللہ الازدی ہے انکو علماء نے ثقہ کہا ہے لیکن ان کو بھی آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی نے تقریب التنذیب اس کا ذکر فرمایا:

«جرير ابن حازم ابن زيد ابن عبد الله الأزدي أبو النضر البصري والد وهب...... مات سنة سبعين بعد ما اختلط...» (تقريب التهذيب: 138)

ترجمہ: "جریر بن حازم ابن زید ابن عبد اللہ الازدی ابو النضر البصری وھب کے والد ہیں.... 70ھ میں فوت ہوئے اور انہیں اختلاط ہو گیا تھا۔"

تیسرے اس روایت کے راوی مغیرہ بن مقسم ہیں جو کہ مدلس ہیں۔

«المغيرة ابن مقسم . . . . ثقة متقن إلا أنه كان يدلس . . . »
(تقريب التهذيب: 543)
ترجمہ: "مغیرہ بن مقسم..... ثقہ ہیں لیکن یہ تدلیس کرتے تھے۔"

امام ذہبی نے تذہیب تہذیب الکمال میں بھی مغیرہ بن مقسم کے مدلس ہونے کا ذکر کیا ہے اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مغیرہ بن مقسم مدلس راوی ہیں اور اہلسنت کا یہ مشہور اصول ہے کہ جب کوئی مدلس راوی عن سے روایت کرے اور وہ روایت صحیحین میں نہ ہو تو وہ راویت ضعیف ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ روایت قابل استدلال نہیں رہتی اور اب اس کا آخری راوی زیاد بن کلیب ہے۔ اس کے احوال بھی ملاحظہ ہوں۔

«[م د ت ص س]: زياد ٥) (بن كُلَيْب أبو معشر التميمي الكوفي. وقال ابن حبان: كان من الحفاظ المتقنين. قال: ومات سنة تسع عشرة ومائة » (تذهب تهذيب الكمال: 3/326)

ترجمہ: "زیاد بن کلیب ابو معشر التمیمی الکوفی۔ ابن حبان نے کہا کہ ماہر حفاظ میں سے تھے۔ اور کہا کہ: ان کی وفات 119 ھ میں ہوئی۔"

امام ذہبی نے زیاد بن کلیب کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی وفات 119 ہجری میں ہوئی ہے اور یہ تابعی تھے۔ صحابی نہ تھے۔ یعنی یہ حضور ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد اسلام لائے۔ اور یہ مکذوبہ واقعہ کو حضور ﷺ کے وصال کے چند روز بعد منسوب کیا جاتا ہے۔ یعنی جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت کا عمل جاری تھا۔ تو اس سے یہ واضح ہوا کہ زیاد بن کُلیب یہ روایت براہ راست بیان کر رہے ہیں حالانکہ اس واقعہ کے وقت ان کا مدینہ میں موجود ہونا ثابت ہی نہیں۔ اور پھر ان کی وفات 119 ہجری کی ہے اور اس واقعہ کو 11 ہجری کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ وصال اقدس کریم آقا ﷺ 11 ہجری میں ہوا اور اس کے فورا بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کی گئی۔ تو اب 11 ہجری اور 119 ہجری کے درمیان 108 سال کا فرق ہے یعنی کسی صورت بھی زیاد بن کلیب کا اس واقعہ کے وقت مدینہ میں موجود ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ تابعی ہیں اور یہ واقعہ کسی صحابی سے وایت کرتے جو اس واقعہ کے عینی شاہد ہوتے۔ لیکن زیاد بن کلیب نے اس کے برعکس بغیر کسی واسطے کے اس کو روایت کیا جسکی وجہ سے اس روایت کی سند منقطع ہو گئی۔ علم حدیث میں منقطع سے مراد وہ حدیث ہے جس میں سلسلہ سند کسی صحابی پر نہیں بلکہ کسی اور درجہ میں تابعی یا تبع تابعی پر ٹوٹتا ہو۔ یعنی اس میں صحابی کا واسطہ نہیں ہوتا۔ اس لیے سند کے انقطاع کی وجہ سے بھی یہ روایت ضعیف ٹھہری اور قابل استدلال نہ رہی۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام آپ نے اس روایت کے تمام راویوں کے حالات ملاحظہ کیے۔ معلوم ہوا کہ اس کا پہلا مرکزی راوی ہی جھوٹا اور کذاب ہے روایتیں گھڑنے والا ہے۔ ہو سکتا ہے ان باقی راویوں کا سلسلہ بھی اس نے خود گھڑ کر سند بنا کر بیان کر دی ہو۔ یہ پہلا راوی محمد بن حمید الرازی جب کذاب ہے تو اس کی روایت من گھڑت اور موضوع قرار پائے گی۔ اور اگر بالفرض اس کی سند میں ابن حمید نہ بھی ہوتا تو پھر بھی باقی راویوں کے حالات کی رو سے بھی یہ روایت ضعیف ٹھہرتی ہے جو کسی صورت بھی قابل استدلال نہیں چہ جائیکہ اس کو بنیاد پر کسی صحابہ رسول ﷺ کی ذات اقدس کی شان میں تبرا بازی کی جائے۔

یہ گھر جلانے کی دھمکی دینے والی روایت ایک اور سند کے ساتھ بھی پیش کی جاتی ہے ہم اس کو من عن نقل کرکے اس کی اسنادی حیثیث واضح کریں گے۔

2: انساب الاشراف:

«الْمَدَائِنِيُّ، عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ مُحَارِبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التيمي، وعن ابْنِ عَوْنٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَرْسَلَ إِلَى عَلِيٍّ يُرِيدُ الْبَيْعَةَ، فَلَمْ يُبَايِعْ. فَجَاءَ عُمَرُ، ومعه فتيلة ١][. فتلقته فاطمة على الباب، فقالت فاطمة: [يا ابن الْخَطَّابِ، أَتُرَاكَ مُحَرِّقًا عَلَيَّ بَابِي؟ قَالَ: نَعَمْ، وَذَلِكَ أَقْوَى فِيمَا جَاءَ بِهِ أَبُوكَ. وَجَاءَ عَلِيٌّ، فَبَايَعَ» (انساب الاشراف: 586/1)

ترجمہ: "مدائنی مسلمہ بن محارب سے وہ سلیمان التیمی سے اور وہ ابن عون سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے حضرت علی کی طرف آدمی بھیجا، وہ آپ سے بیعت لینا چاہتے تھے۔ آپ نے بیعت نہیں کی تھی۔ حضرت عمر آئے اور ان کے ساتھ آگ کا ایک فتیلہ (مشعل) تھا۔ حضرت فاطمہ نے آپ کو دروازہ پر روک لیا اور کہا ایک ابن الخطاب! کیا تم مجھ پر میرا دروازہ جلانا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا! ہاں۔ یہ اپکے والد کے لائے ہوئے پیغام میں اس سے بھی بہت سخت فیصلہ ہے؟ پھر حضرت علی آئے اور انہوں نے بیعت کی۔"

اس سند میں بھی مختلف علتیں ہیں جو سند کے انقطاع پر دلالت کرتی ہیں۔ اس لیے کہ سلیمان التیمی تابعی ہے اور بلاذری اس سے بہت زیادہ متاخر ہے۔ یعنی سلیمان التیمی کی ولادت 46 ھ میں اور وفات 143 ھ میں ہوئی اور بلازری کی وفات 279 ھ میں یعنی ان کی وفات کے درمیان 136 سال کا فرق ہے یعنی بلازری کا سلیمان التیمی سے روایت کرنا ثابت ہی نہیں ہوتا اسی طرح اس روایت کی تیسرے راوی عبد اللہ ابن عون کی وفات 154 ھ میں ہے ان کے اور بلازری کے درمیان تقریباً 125 سال کا فرق ہے ان سے بھی بلاذری کا سماع ثابت نہیں ہو

سکتا۔ تیسرا اس میں جس نے روایت گھڑی ہے اس نے ان کے درمیان واسطہ پیدا کرنے کیلئے مسلمہ بن محارب کا نام لے دیا۔ مسلمہ بن محارب مجھول الحال ہے۔ اس کی عدم ثقاہت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو کسی عالم نے بھی نہ ثقہ کہا اور نہ ہی اس کی مذمت کی یہ شخص مجھول الحال ہے۔ اور چوتھی جو علت اس روایت کی سند میں موجود وہ یہ ہے کہ سلمان التیمی اور ابن عون اس واقعہ کو خود براہراست بیان کر رہے ہیں حالانکہ یہ دونوں اس واقعہ کے بہت سال بعد پیدا ہوئے یعنی یہ واقعہ 11 ہجری میں بیان کیا جاتا ہے اور سلیمان التیمی کی ولادت 46 ھ میں ہوئی یعنی یہ اس واقعہ کے 35 سال بعد پیدا ہوئے پھر سماعت کے قابل ہونے کیلئے کم سے کم 15 اگر وہ بھی شامل کیے جائیں تو درمیان میں 50 سال کا فاصلہ آتا ہے۔ اور یہ 50 سال پہلے والا واقعہ بغیر کسی واسطہ کے خود بیان کر رہے ہیں۔ اور یہ واقعہ کے وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے اس حد تک اس روایت میں انقطاع ہے۔ اور اسی طرح ابن عون کی ولادت 64 ھ ہے یعنی اس واقعہ کے 53 سال بعد پیدا ہوئے اور سماعت کے قابل ہونے کے 15 سال شامل کیئے جائیں تو 68 سال کا فرق بنتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ روایت بھی سند کے انقطاع کی وجہ سے باطل و مردود قرار پائی اور اس قسم کی شدید باطل روایت سے استدال کس طرح جائز ہو سکتا۔ ہے۔۔ اور اگر کوئی ان سب خرابیوں کے باوجود اس روایت کا سہارا لے کر صحابہ پر زبان درازی کرے گا۔ تو پھر ایسے لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئیے۔

اس واقعہ کو ایک اور مختلف سند کے ساتھ مختلف کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔ ہم ان سب کتابوں کی اسناد پیش کریں گے۔ ایک ہی سند ہے سب کی لیکن پھر بھی سب اسناد نقل کریں گے تاکہ کوئی رافضی ہمارے کسی سنی بھائی کو کسی کتاب کا نام لے کر دھوکہ نہ دے سکے۔

1: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب کی سند۔

« حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو ١][الْبَزَّارُ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نُسَيْرٍ ٢][، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ٣][بْنُ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ ابنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ »(975/3)

2: جمع الجوامع کی سند.

« حدثنا محمد بن بشر، حدثنا عبيد الله بن عمر، حدثنا زيد بن أسلم، عن أبيه أسلم » (514/15)

3: کنز العمال:

4: ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء:

ان دو کتب میں بھی مذکورہ بالا اسناد کے ساتھ ہی نقل کی گئی ہیں۔ لیکن ان کتب میں اسناد موجود نہیں صرف "عن اسلم" کے ساتھ روایت نقل کی گئی ہیں۔۔۔

5: مصنف ابن شیبہ:

« حدثنا محمد بن بشر حدثنا عبيد الله بن عمر حدثنا زيد بن أسلم عن أبيه أسلم أنه حين بويع لأبي بكر بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم - كان علي والزبير يدخلان على فاطمة بنت رسول الله -صلى الله عليه وسلم - فيشاورونها ويرتجعون في أمرهم، فلما بلغ ذلك عمر بن الخطاب خرج حتى دخل على فاطمة فقال: يا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم والله ما من الخلق أحد أحب إلينا من أبيك، وما من أحد أحب إلينا بعد أبيك منك، وأيم الله ما ذاك بمانعي أن أجتمع هؤلاء النفر عندك: أن أمرتهم أن يحرق عليهم البيت، قال: فلما خرج عمر جاؤوها فقالت: تعلمون أن عمر قد جاءني وقد حلف بالله لئن عدتم ليحرقن عليكم البيت، وأيم الله ليمضين لما حلف عليه، فانصرفوا راشدين، فرءوا رأيكم ولا ترجعوا إلي، فانصرفوا عنها فلم يرجعوا إليها حتى بايعوا لأبي بكر » (143/21)

ترجمہ: "حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم کے وصال (ظاہری) کے بعد جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آنے جانے لگے اور ان سے مشاورت کرنے لگے اور اپنے معاملہ (یعنی خلافت) میں ان سے تقاضا کرنے لگے۔ پس جب یہ بات حضرت عمر بن خطاب کو پہنچی تو آپ نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں داخل ہوئے اور فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی! خدا کی قسم تمام مخلوق میں ہمیں تمھارے والد سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ اور آپ کے والد کے بعد ہمیں آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ خدا کی قسم! اگر یہ آپ کے پاس (دوبارہ) جمع ہوئے تو مجھے یہ (محبت والی) بات اس سے مانع نہیں ہو گی کہ میں لوگو کو حکم دوں اور ان تمام افراد پر گھر کو جلا دیا جائے۔ راوی کہتے ہیں: پس جب حضرت عمر باہر چلے گئے تو یہ حضرات بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمھیں معلوم ہے کہ حضرت عمر میرے پاس آئے تھے۔ اور انہوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا تھا کہ اگر تم لوگ دوبارہ جمع ہوئے تو ضرور بالضرور تمھیں گھر میں جلا دیں گے اور خدا کی قسم! حضرت عمر نے جو کہا ہے وہ اس کو ضرور پورا کریں گے۔ پس تم لوگ اچھی حالت میں ہی واپس چلے جاؤ اور اپنی رائے کو دیکھ لو۔ میری طرف واپس نہ آنا چنانچہ لوگ وہاں سے واپس ہو گئے اور جب تک ان لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی

اس وقت تک یہ (سیدہ فاطمہ) کے پاس واپس نہیں آئے۔"

یہاں ہم نے اب "المصنف" کی مکمل روایت بمع ترجمہ نقل کر دی ہے اور اب سے معلوم ہونے والے نکات کو درج کریں گے تاکہ حقائق معلوم ہوسکیں۔ اور روافض کے وہ مذموم نظریات جو اس روایت سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں انکا پردہ چاک ہو سکے۔

نکات؛

1: جب سیدنا ابو بکر کی خلافت کیلئے بیعت لی جا رہی تھی تو حضرت زبیر اور حضرت علی اور دوسرے کچھ لوگ اور حضرت فاطمہ کے پاس ان سے مشاورت اور ان سے اپنی خلافت کے تقاضے کیلئے جمع ہوتے تھے۔

2: حضرت عمر کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ اگر خلیفہ جس کو مسلمان نامزد کر چکے اگر انکے خلاف ان لوگوں (جو انکے گھر میں آتے تھے) نے سازش کرنے کی کوشش کی تو میں ان کے اوپر گھر کو جلا دو گا۔

3: اس روایت کے مطابق گھر کو جلایا نہیں گیا بلکہ صرف اس سازش کو ختم کرنے کیلئے ڈرایا گیا۔

4: حضرت عمر کا سیدہ پر ظلم کرنا تو کجا بلکہ ان کو یہ فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کائینات میں اگر ہمارے لیے کوئی محبوب ہستی ہے تو وہ آپکی ذات اقدس ہے۔

او رافضیو! جن کے گھر کو جلانا ہو ان کو سب سے زیادہ محبوب کہا جاتا ہے کیا؟

5: اور پھر سیدہ نے بھی حضرت عمر کی تائید میں ان کو گھر میں آنے سے منع کر دیا یعنی حضرت ابو بکر کی خلافت کے خلاف کسی سازش کو پسند نہ فرمایا۔

6: سیدہ نے حضرت عمر کے سامنے یہ نہیں فرمایا: کہ خلافت تو حق علی کا ہے۔ لہذا میں ابو بکر کو خلیفہ نہیں مانتی۔

7: اور لوگ سیدہ کے گھر میں مشاورت کرتے تھے بمع مولا علی سب نے حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی۔

ان پر مزید تبصرہ نہیں کرنا چاہتا کیونکہ ہر عقلمند کیلئے ان نکات پر غور کرنا ہی کافی ہو گا۔

اب ہم اس روایت کی اسنادی حیثیت واضح کریں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ دھمکی کے الزام کی جو روایات پیش کی جاتی ہیں۔ ان سے بھی کسی صورت استدلال جائز نہیں کیونکہ وہ منقطع السند روایت ہے۔ اس روایت کو بیان کرنے والا پہلا راوی اسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام ہے جو براہراست بغیر کسی واسطہ کے یہ واقع بیان کر رہا ہے۔ اب جو شخص کسی واقعہ کو بیان کرے اس واقعہ کی صحت کیلئے چند چیزوں کا ہونا ضروری ہے کہ ایک تو راوی خود ثقہ ہو۔ دوسرا راوی اس واقعہ کا عینی شاہد ہو۔ یا پھر اس واقعہ کو اس راوی سے روایت کرے جو ثقہ بھی ہو اور اس واقعہ کا عینی شاہد بھی ہو۔

اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے جب ہم اسلم کے حالات دیکھتے ہیں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ اسلم اس واقعہ کے وقت مدینہ میں موجود ہی نہ تھا۔ اب جو شخص اس واقعہ کے وقوع کے وقت موجود ہی نہیں وہ اس کو براہ راست کیسے بیان کر سکتا ہے وہ بھی بغیر کسی راوی کے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت منقطع السند ہے۔ آیئے تاریخ کے آیئنے میں دیکھتے ہیں کہ اسلم اس واقعہ کے وقت وہاں موجود تھا یا نہیں۔ کیونکہ مؤرخین نے انکے حالات کے بارے میں جو لکھا ہے اس سے تو یہ ثابت ہوتا کہ جس واقعہ کو بطور الزام حضرت عمر کی طرف منسوب کیا جاتا وہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے چند روز بعد کا ہے اور پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کا وصال رسول ﷺ کے چھ ماہ بعد ہو اور روافض کے مطابق 3 ماہ بعد ہوا۔ اسلم کا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت بھی مدینہ میں ہونا ثابت نہیں اور اس واقعہ کے وقت بھی مدینہ میں ہونا ثابت نہیں حتیٰ کہ سیدہ پاک کے خود وصال اقدس کے وقت بھی اسلم کو مدینہ میں ہونا ثابت نہیں۔ تو یہ اسلم اس واقعہ کو براہ راست کیسے روایت کر سکتا ہے اور اسلم تابعی ہے اور یہ بغیر صحابی کے بیان کر رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اس روایت کی سند منقطع ہو جاتی ہے۔ دیکھتے ہیں علماء اسلم کے بارے میں کیا لکھتے ہیں۔ امام ذہبی سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں:

«أَسْلَمُ العَدَوِيُّ العُمَرِيُّ مَوْلَى عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ
الفَقِيْهُ، الإِمَامُ، أَبُو زَيْدٍ - وَيُقَالُ: أَبُو خَالِدٍ - القُرَشِيُّ، العَدَوِيُّ، العُمَرِيُّ، مَوْلَى عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ.
قِيْلَ: هُوَ مِنْ سَبْيِ عَيْنِ التَّمْرِ
وَقِيْلَ: هُوَ يَمَانِيٌّ.
وَقِيْلَ: حَبَشِيٌّ، اشْتَرَاهُ عُمَرُ بِمَكَّةَ إِذْ حَجَّ بِالنَّاسِ فِي العَامِ الَّذِي يَلِي حَجَّةَ الوَدَاعِ، زَمَنَ الصِّدِّيْقِ... حَدَّثَنَا هِشَامُ بنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: اشْتَرَانِي عُمَرُ سَنَةَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ.» (سير أعلام النبلاء: 98/4)

ترجمہ: "اسلم العدوی اور العمری عمر بن خطاب کے غلام، فقیہ اور امام تھے۔ کنیت ابو زید اور کہا جاتا ہے کہ انکی کنیت ابو خالد، اور وہ قریشی، عدوی اور عمری عمر کے خطاب کے غلام ہیں۔
یہ بھی کہا گیا کہ معرکہ عینا التمر کے قیدیوں میں سے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا یہ یمن کے رہنے والے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ حبشی تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے آپکو مکہ میں خریدا جب لوگوں نے حجہ الوداع کے بعد، الصدیق کے زمانے میں حج کیا۔ ہشام بن سعد زید بن اسلم اور وہ اپنے والد اسلم سے روایت ہیں کہ اسلم نے کہا: کہ حضرت عمر نے مجھے 12 ھ میں خریدا۔"
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلم کو خرید کر مدینے لانے کے وقت کے دو وقت ذکر ہوئے ایک حج کا موقع جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا پہلا حج تھا اس موقع پر مکہ میں سے خرایدا، دوسرا

پشیمانی والی روایات:

محترم قارئین یہاں ہم ان روایات کا حال بیان کریں گے جو روافض پیش کرتے ہیں کہ اس میں حضرت ابو بکر نے وقت وصال یہ فرمایا تھا کہ کاش میں فاطمہ کا دروازہ نہ کھولتا ان روافض کی ویسے تو اس بات پر ہی جہالت واضح ہو جاتی ہے کہ دروازہ نہ کھولنے کا مطلب وہ یہ نکالتے ہیں کہ کاش دروزہ نہ جلاتا۔ حالانکہ اس مفہوم کا ان الفاظ کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ لیکن روافض کی دیرینہ عادت ہے کہ ہر بات کھینچ تان کر اپنے مذموم نظریات کے اثبات میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرح کی تو بہت ساری تحریفات کا ارتکاب کیا ہوا ہے حدیث و روایات تو اپنی جگہ انہوں نے قرآن میں بھی سینکڑوں کیا بلکہ ہزاروں جگہ پر انہوں نے کھینچا تانی کر کے قرآن کی معنوی تحریفات کا جرم کیا ہوا ہے۔ اس کیلئے اگر الکافی کے باب فضائل القرآن کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ کس طرح سے انہوں نے آیات کے حقیقی معنی کو بدل کر اپنے مقاصد کی تکمیل کرنے کی کوشش کی ہے۔۔ (معاذ اللہ)

یہی ظلم انہوں نے کتب اہلسنت کے ساتھ بھی کیا اور روایات کا اپنی مرضی سے مطلب گھڑ کر اپنے گستاخانہ نظریات کے اثبات میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔۔سب سے پہلے تو ہم اس روایت کی اسنادی حیثیت کو واضح کریں گے پھر اس کے مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اب جن جن کتب سے روافض اس روایت کا حوالہ دیتے ہیں ان سب کتب کی اسناد میں نے بمع حوالہ نقل کی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

1: معجم الکبیر: 62/1

« حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنْبَاعِ رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ الْمِصْرِيُّ، ثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنِي عُلْوَانُ بْنُ دَاوُدَ الْبَجَلِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ: »

2: تاریخ طبری:/4293

« حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُلْوَانُ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ »

3: الاموال لابن زنجویہ: 301/1

«أَنَا حُمَيْدٌ أنا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفَهْمِيُّ، حَدَّثَنِي عُلْوَانُ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ »

4: مجمع الزوائد: 203/5

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ عُلْوَانُ بْنُ دَاوُدَ الْبَجَلِيُّ، وَهُوَ ضَعِيفٌ، وَهَذَا الْأَثَرُ مِمَّا أُنْكِرَ عَلَيْهِ.

5: مسند فاطمہ:

6: کنزالعمال:

ان دو کتب میں بھی انہیں اسناد کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے۔ لیکن ان کتب میں اسناد کا التزام نہیں کیا گیا۔

جب ان مذکورہ بالا تمام اسناد کا جائزہ لیا جائے تو ان میں ایک راوی "علوان" ہمیں سب روایات میں نظر آتا ہے۔ اگر باقی راویوں پر بحث نہ کریں انکے بارے میں علماء رجال کے کی جرح نقل نہ بھی کریں تو اس ایک راوی کے جو تمام اسناد میں موجود ہے۔ اس ایک راوی کے حال جان لینے بعد ہم پر اس روایت کی اصل واضح ہو جائے گی۔

«علوان بن داود البجلي مولى جرير بن عبد الله ويقال علوان بن صالح قال البخاري علوان بن داود ويقال ابن صالح منكر الحديث وقال العقيلي له حديث لا يتابع عليه ولا يعرف إلا به » (لسان الميزان:/)1884

ترجمہ: "یہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کا نام علوان بن صالح ہے امام بخاری کہتے ہیں: اس کا نام علوان بن داؤد اور ایک قول کے مطابق ابن صالح ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ عقیلی کہتے ہیں: اس کے حوالے سے ایسی احادیث منقول ہیں جن کی متابعت نہیں کی گئی۔ اور وہ روایات صرف اسی سے منقول ہیں۔ ابو سعید بن یونس کہتے ہیں: یہ منکر الحدیث ہے۔"

علوان بن داؤد البجلی کے بارے میں امام ذہبی نے "میزان الاعتدال" میں یہی کچھ لکھا ہے۔ اب یہاں سے یہ واضح ہو گیا کہ علوان بن داؤد منکر الحدیث کی روایت موضوع ہوتی اور اس سے استدلال کوئی رافضی ہی کر سکتا ہے۔ لہٰذا ان روایات کو لے کر روافض کا سیدنا صدیق اکبر و سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر طعن کرنا سراسر جہالت ہے۔ اور صحابہ سے دشمنی کی علامت ہے۔۔

یہ حال تھا اس روایت کے مرکزی راوی علوان بن داؤد کا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ اور اس نے یہی روایت کی ہیں انکی اور کوئی پہچان نہیں اور دوسری روایات اس کی روایات کی تائید بھی نہیں کرتیں۔ اور شیعہ سنی سب کا متفقہ اصول ہے کہ منکر الروایہ کی روایت باطل و مردود ہوتی ہے۔ اور باطل و مردود روایت سے استدلال کرنا جہالت کی علامت کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ اور اس کے برعکس کتب سیر و تواریخ میں سیدنا صدیق اکبر کے نصائح و آخری کلام منقول ہیں جو صحیح اسناد سے مذکور ہیں۔ ان میں ایسی کسی بات کا ذکر تک نہیں اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اس طرح کی باتیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہیں کی بلکہ بعد میں گھڑ کر ان کی طرف منسوب کی گئیں تاکہ اس سے اپنے باطل عقائد و نظریات کا اثبات کیا جاسکے۔

یہاں تک ہم تقریبا ان تمام روایات جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر بطور الزام پیش کی جاتی تھیں۔ ان کا رد کر دیا ہے۔ یہاں تک ہماری بحث مکمل ہو چکی۔

کیا یہ مکذوبہ واقعہ بنو ہاشم، صحابہ کرام اور خصوصا اہل بیت کرام کے غیرت مند افراد کی موجودگی میں ہونا ممکن تھا۔؟

یہ مکذوبہ واقعہ بنو ہاشم جیسے غیرت مند عرب خاندان کے موجودگی میں اور وہ صحابہ کرام جو لوگ ساری زندگی رسول اللہ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے انتظار میں رہے اور خصوصا اہل بیت کرام اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی موجودگی میں اس واقعہ کے وقوع کو نہ تو دل تسلیم کرتا ہے نہ عقل تسلیم کرتی ہے۔ کیونکہ خاندان بنو ہاشم کے وہ بڑے بڑے نام مور جنگی میدان جنگ میں موجودگی ہی مخالفین کی شکست کی ضمانت ہوا کرتی تھی۔ ان ہستیوں کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو ان کے گھر جا کر مارا پیٹا گیا اور کسی ایک شخص نے احتجاج تک نہ کیا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ ہم کیسے مان لیں اس بات کو۔

چلو ہم اس مقام پر کچھ دیر کیلئے خود کو رکھتے ہیں۔ ایک شخص ہمارے گھر پہ آئے ہماری ماں بہن دروازے پہ آئے تو وہ اس کو زدو کوب کرے مارے پیٹے حتی کہ پیدا ہونے والے بچے کا اسقاط ہو جائے تو بتاؤ دوستو کہ وہ اس پوری دنیا میں ایسی کون سی مصلحت ہو گی جس کی وجہ سے ہم بلکل اف تک بھی نہ کریں گے۔ اور یار بدلہ تو دور کی بات مولا علی نے اپنی زبان مبارکہ سے ایک دفعہ بھی یہ واقعہ بیان نہیں کیا اور نہ ہی کسی اہل بیت کے کسی فرد نے اس واقعہ کو بیان کیا اور یہ میرا پوری دنیائے شیعیت کو چیلنج ہے۔ کہ یہ واقعہ کسی اہل بیت کے ایک فرد کی زبانی منقول دکھاو۔ جس کی سند صحیح ہو۔ ظلم بالائے ظلم یہ کہ صرف ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بغض کی وجہ سے ان ظالم رافضیوں نے سیدہ کائنات کی توہین کو گوارہ کر لیا مولا علی سے ان کی غیرت کا عملا انکار کروا دیا۔ اور باقی عرب بنو ہاشم ان کی غیرت کا کیا۔ اسلام تو غیرت کا درس دیتا

ہے۔ تو کیا تمھارے بقول اس وقت بنو ہاشم اور اہل بیت اطہار کے افراد نے غیرت کا دامن چھوڑ دیا تھا۔ (معاذ اللہ)

او ظالمو! جب یہ مکذوبہ واقعہ بیان کرتے ہو تو تمھارے ایمان مردہ ہو جاتے ہیں کیا کہ اہل بیت اطہار کی غیرت کا کیا کرو گے۔۔

آو میں تمھیں بتاتا ہوں کہ غیرت کے بارے میں میرے آقا کریم ﷺ نے کیا فرمایا تھا۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْمُؤْمِنُ، الْمُؤْمِنُ - مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا - يَغَارُ يَغَارُ، وَاللَّهُ أَشَدُّ غَيْرًا» (مسند احمد: 375/13)

ترجمہ: "سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن، مومن، دو یا تین مرتبہ فرمایا: غیرت کرتا ہے، غیرت کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت کرتا ہے۔"

یہ دیکھو رسول اللہ ﷺ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ تکرار فرما رہے ہیں کہ مومن غیرت کرتا ہے۔ لیکن او رفضیوں! تم نے کیا کیا یہ واقعہ گھڑ کر تم نے تو معاذ اللہ یہ ثابت کر دیا کہ اہل بیت نے غیرت کا مظاہرہ نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کا گھر جلایا جانا کوئی معمولی واقعہ تھا کہ اس طرح آج رافضیوں کو دھوکہ بازیوں کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کرنا پڑھ رہی ہے۔ یہ ایسا واقعہ تھا کہ اگر یہ واقعی یہ ایسا ہوا ہوتا تو یہ بات بہت مشہور ہوتی پوری امت میں اور رافضی بیچاروں کو اس کو ثابت کرنے کیلئے جھوٹ و فریب اور دھوکے بازی کی ضرورت نہ پڑتی۔

ایک تو یہ واقعہ اس وجہ سے بھی مردود و باطل ٹھہرتا ہے کہ یہ عرب خاندان بنو ہاشم خصوصا اہل بیت رسول ﷺ کی غیرت کے بالکل منافی ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ واقعہ ہوا اور بنو ہمشم بولے تک نہیں تو پھر یہ لازم آئے گا۔ کہ بنو ہاشم نے غیرت کا مظاہرہ نہیں کیا معاذ اللہ بلکہ جس انداز سے روافض بیان کرتے ہیں اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک شخص نے زبان سے بھی احتجاج نہیں کیا۔ بدلہ یا تلوار اٹھانا تو بہت دور کی بات۔ اس اعتراض کے جواب میں روافض کی طرف سے یہ جواباً کہا جاتا ہے کہ حضرت سید عالم ﷺ نے وصیت میں مولا علی کو تمام مظالم کی پہلے سے ہی خبر دے رکھی تھی اور عہد لیا تھا کہ تم تلوار نہیں اٹھاؤ گے۔ اس پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے کہ کیا مولا علی کی طرف منسوب اس عہد کی حقیقت کیا ہے۔ لیکن یہاں میرا اعتراض پھر بھی وہیں پر باقی ہے کہ چلو بالفرض تمھارے بقول مان لیا مولا علی سے حضور ﷺ نے وعدہ کیا ہوا تھا لیکن دوسرے بنو ہاشم یا اہلبیت سے تو وعدہ نہیں لیا ہوا تھا نہ۔ اگر لیا ہوا تو پھر قیامت تک وقت ہے تم لوگوں کو کہ اہلسنت کی کتب سے تم کیا دکھاؤ گے اپنی ہی کتب سے یہ وعدہ دکھاؤ کہ کہ تمام بنو ہاشم سے رسول ﷺ نے مظالم کے مقابلے میں تلوار نہ اٹھانے کا وعدہ لیا

تھا۔ اور میرا دعوی ہے کہ رافضی دنیا جہان کہ کتب نکال کر لے آئیں یہ وعدہ ثابت نہیں کر سکتے۔ اب چلے اس وعدہ کی طرف جو انہوں نے مولا علی کے دفاع میں گھڑ رکھا ہے۔ کیونکہ اگر یہ لوگ تلوار نہ اٹھانے کا وعدہ گھڑ کر بیان نہ کرتے تو پھر ان کو دو میں سے ایک بات کو ماننا پڑھتا کہ یا تو مولا علی نے غیرت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ (معاذ اللہ) یہ بات تو اب یہ ماننے سے رہے کیونکہ اس سے تو مولا علی کی توہین لازم آتی ہے اور اگر اسکو مانیں گے تو جو انہوں نے حب علی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے وہ اتر جائے گا۔ اور ان کی اہل بیت دشمنی سامنے آ جائے گی۔ اور دوسری ی وعدہ والی بات نہ گھڑتے تو یہ لازم آتا کہ یہ واقعہ ہی جھوٹا ہے۔ کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی مولا علی کے گھر آ کر انکی بیوی جو رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر ہے ان کو زد و کوب کر کے چلا گیا اور مولا علی نے کچھ بھی نہیں کیا۔ حتیٰ کے زبانی احتجاج بھی نہیں کیا۔ ویسے تو روافض کے تلوار نہ اٹھانے کا دعوی اسی مذکورہ بالا بحث سے ہی باطل و مردود قرار پاتا ہے لیکن ہم تھوڑی اور تفصیل بیان کیے دیتے ہیں تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی شک کی گنجائش باقی نہ رہے۔ روافض تلوار نہ اٹھانے کی متعدد وجوہات بیان کرتے ہیں۔ جن میں دو قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضور ﷺ نے عہد لیا تھا کہ میرے بعد تمھیں مصائب کا سامنا ہو گا تم صبر کرنا اور تلوار نہ اٹھانا۔

دوسرا خود مولا علی کی طرف منسوب ایک روایت میں بیان کیا جاتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ "اے رب میں کمزور ہو گیا ہوں تو میری مدد کر، اسی طرح لوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے تو انہیں قوم کی جانب سے خطرہ محسوس ہوا تو انہوں نے کہا "اے کاش. میرے پاس اتنی قوت ہوتی کہ میں تمہارا مقابلہ کر سکتا یا مجھے مضبوط طاقت کی پناہ مل سکتی

اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بھی انہوں نے بھی اپنی قوم سے کنارہ کشی اختیار کی جب انکی نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا تو پھر میری وصیت میں کیسے فرق آ جائے گا۔"

خدا کی قسم اتنا کمزور کلام مولا علی کا نہیں سکتا اب چھوٹا سا بچہ یا معمولی سا بھی عقل و شعور رکھنے والا شخص اس بات کو سمجھ جائے گا کہ انبیاء کے ان واقعات کی مولا علی کے تلوار نہ اٹھانے کے ساتھ کو 1 فیصد بھی نسبت نہیں بنتی۔ کیونکہ پہلے ذکر ہوا کہ نوح علیہ السلام کا انہوں نے تبلیغ دین کے رستے میں بہت ساری مصیبتوں کا سامنا کیا اور اپنی قوم کی جانب سے مظالم کو برداشت کیا اور وہ تقریباً 950 سال تک وہ مصیبتیں برداشت کرتے رہے۔ بالآخر تنگ آ کر انہوں نے جب یہ جانا کہ یہ قوم ہدایت کی طرف نہیں آئے گی تو نوح علیہ السلام نے ان کیلئے بددعا فرمائی۔ اب واقعہ کو مولا علی رضی اللہ عنہ کی طرف کیا نسبت۔ ایک طرف نوح علیہ السلام کا 950 سال کی تبلیغ کے دوران مصیبتوں کا سامنا دوسری مولا علی رضی اللہ عنہ کا اپنی خلافت اور خود ہر ہونے والے مظالم کا دعوی بھی نہیں کہ خلافت میرا حق ہے اور روافض کے نظریہ کے مطابق مولا علی

کی خلافت و امامت نبوت کی طرح منصوص من اللہ تھی اور ان پر اپنی امامت کا دعوی فرض تھا لیکن مولا علی نے خلفائے ثلاثہ کے دور میں اپنی خلافت کا دعوی نہیں فرمایا۔ اب مولا علی کو نوح علیہ السلام کے اس واقعہ کے ساتھ کیا نسبت۔ وہ اپنی نبوت کی 950 سال تبلیغ کرتے رہے اس کے بعد دعا فرمائی۔ لیکن مولا علی نے دعوی امامت ہی نہیں کیا۔ حالانکہ روافض کے نزدیک امامت کا رتبہ نبوت سے بھی اعلی ہے تو مولا علی پر تو بدرجہ اولی فرض تھا کہ جو منصب انکو اللہ کی طرف سے ملا تھا اسکا دعوی کرتے اس کیلیئے کوشش کرتے۔اسی طرح باقی انبیاء کا بھی جو ذکر موجود ہے ان سب کا سالوں تک تبلیغ دین کرنے اور مصائب برداشت کرنے کے بعد یہ معاملہ ہوا اور مولا علی نے بغیر دعوی خلافت و امامت کے صبر کرنا شروع کر دیا۔ اور دوسری طرف جتنے بھی انبیاء گزرے انہوں نے آخر میں بھی کبھی کفار و مشرکین کا ساتھ نہ دیا۔ چاہے ان کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ کھڑا ہو۔ لیکن ادھر مولا علی 25 سال خلفائے ثلاثہ کے دور میں ان کی طرف سے دی ذمہداریوں کا بخوبی سرانجام دیتے رہے ان کے ساتھ مشاورت میں شامل رہے اور خلفاء کی ہر لحاظ سے اعانت فرماتے رہے۔ اب کوئی بتائے مجھے کہ انبیاء کے معاملہ کو مولا علی کے معاملہ سے کیا نسبت۔ یہ روایت گھڑ کر مولا علی کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ اور تو اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ موال علی نے خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھیں اور انکے ساتھ حکومتی معاملات میں مشاورت بھی کرتے رہے اور اور مختلف ذمہداریاں بھی سرانجام دیتے رہے جنکا مفصل بیان یعقوبی شیعی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ لیکن دوسری طرف رافضی یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ظالم تھے۔ تو ظالموں کے ساتھ مل کر کام کرنا کیسا ہے اس کا بیان بھی شیعہ کتاب سے سنیں۔

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں:

«الدخول في اعمالهم والعون لهم والسعي في حوائجهم عديل الكفر والنظر اليهم على العمد من الكبائر التي يستحق بها النار» (وسائل الشیعہ کتاب تجارت ب ۴۵ ج ۱۴ ص ۱۳۸)

"ظالموں کے کاموں میں شرکت کرنا اور ان کے مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرنا اور ان کی مدد کرنا کفر کے برابر اور جانتے بوجھتے ہوئے ان کی طرف دیکھنا گناہانِ کبیرہ میں سے ہے اور وہ جہنم کا مستحق ہے۔"

امام موسی کاظم کے اس فرمان کی عدالت میں اگر مولا علی کی ذات اقدس کو رکھا جائے اور دوسری طرف شیعوں کے بیان کردہ افسانے رکھے جائیں کہ صحابہ ظالم تھے اور ان کے ساتھ حضرت علی انکے دور خلافت میں ان کے سارے معاملات میں شریک بھی ہوئے تو ان سب باتوں کا اس روایت کی روشنی میں کیا نتیجہ نکلتا ہے میں خود اس پر کوئی نتیجہ اخذ نہ کروں گا بلکہ یہ شیعوں پر میرا قرض ہے کہ وہ اس کا نتیجہ نکالیں۔۔ وگرنہ سمجھ جائیں جو جو افسانے گھڑے ہوئے ہیں۔

صحابہ دشمنی میں ان سے باز آ جائیں تاکہ روز قیامت رسوائی سے محفوظ ہو سکیں۔
دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے عہد لیا تھا کہ تلوار نہ اٹھانا۔ تو چلیے اس واقعے کی حقیقت معلوم کرتے ہیں۔ اس معاملے میں جب ہم یہ واقعہ کتب شیعہ میں دیکھتے ہیں تو ہمیں اس میں تلوار اٹھانے کا ذکر ملتا ہے جیسا کہ طبرسی نے اپنی احتجاج میں ذکر کیا ہے کہ جب لوگ مولا علی گھر میں داخل ہوئے اس واقعہ کے وقت تو مولا علی نے کیا کیا ملاحظہ فرمائیں:

" (لوگ) بغیر اجازت گھر میں داخل ہو گئے، جناب امیر نے تلوار اٹھانا چاہی انہوں نے روک دیا، آپ نے ایک تلوار چھین کر دفاع کرنا چاہا لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور آپ سے تلوار لے کر آپ کی گردن میں رسی ڈال دی............. حضرت علی کو کھینچتے ہوئے مسجد میں لے گئے، ابو بکر تھے............ حضرت علی کہ رہے تھے بخدا قسم! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم لوگ مجھ پر غالب نہیں ہو سکتے تھے، بخدا قسم! میں مبارزہ و مجاہدات اور انجام و وظیفہ کے اعتبار سے اپنے کو ملامت نہیں کروں گا کیونکہ انجام وظیفہ میں ہرگز میں نے کوئی کوتاہی و سستی نہیں کی ہے۔ اگر میرے ساتھ چالیس افراد ہوتے تو میں تمھارے اس حکومت و اجتماع کے نقشہ کو الٹ دیتا" (احتجاج: 152/2 153)

اب جناب طبرسی شیعی کے مطابق تو مولا علی نے تلوار بھی اٹھائی لڑنے کی بھی کوشش کی اور سب کے سامنے یہ دعوی بھی کیا کہ میرے ساتھ چالیس لوگ بھی ہوتے تو میں یہ حکومت کا نقشہ الٹ دیتا یعنی جنگ کرتا آخری دم تک۔

اب شیعہ صاحبان یہ تو بتائیں کہ دو میں ایک بات صحیح ہے کہ یا تو مولا علی نے رسول اللہ ﷺ سے کیا عہد توڑ دیا، اور یا پھر یہ عہد والی کہانی رافضیوں نے گھڑ رکھی تھی۔ ان پر بہت سارے دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں لیکن اختصار کی وجہ سے انہی پر اکتفاء کریں گے۔ جیسے ہم نے یہ واقعہ بیان کیا ہے باقی بھی جن جن کتب میں اہل تشیع نے ذکر کیا اس طرح ذکر کیا ان سب میں تلوار اٹھانے کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ مولا علی نے فرمایا: کہ اگر میرے ساتھ چالیس لوگ ہوتے تو میں جنگ کرتا۔

قارئین کرام یہ تھی جھوٹ کی حقیقت جو رافضیوں نے گھڑ کر بیان کیا اور پھر اس ایک جھوٹ کو چھپانے کیلئے پتہ نہیں کتنے جھوٹ گھڑے۔ قارئین کرام انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ جو بھی تعصب سے خالی مسلمان ان دلائل و براہین کا بغور جائزہ لے گا وہ اس بات کو سمجھ جائے گا کہ یہ جھوٹ و من گھڑت واقعہ جس کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں صرف اور صرف صحابہ دشمنی کی وجہ سے گھڑا گیا۔ کیونکہ یہ سازشی ٹولہ جانتا تھا کہ اگر اسلام کو کمزور اور ناقص کرنا ہے اسکے احکامات کو متنازعہ و مشکوک بنانا ہے تو پھر سب سے پہلے ان ہستیوں کو متنازعہ و مشکوک بناؤ جنکو اللہ عزوجل نے اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ بنایا۔

لیکن میرے خدا عزوجل کو اور ہی منظور تھا۔ اس طرح کی ہزاروں لاکھوں سازشیں اسلام کے خلاف کھڑی ہوئیں جن کا آج اس دنیا میں نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ ان شاء اللہ صحابہ دشمنی بھی بالآخر اپنے انجام کو پہنچیں گے۔